جامعہ مدنیہ جدید کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلّہ

انوارِ مدینہ

لاہور

ماہنامہ

بیاد

عالمِ ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانیٔ جامعہ مدنیہ جدید

جولائی
سنہ ۲۰۰۲ء

ربیع الثانی
سنہ ۱۴۲۳ھ

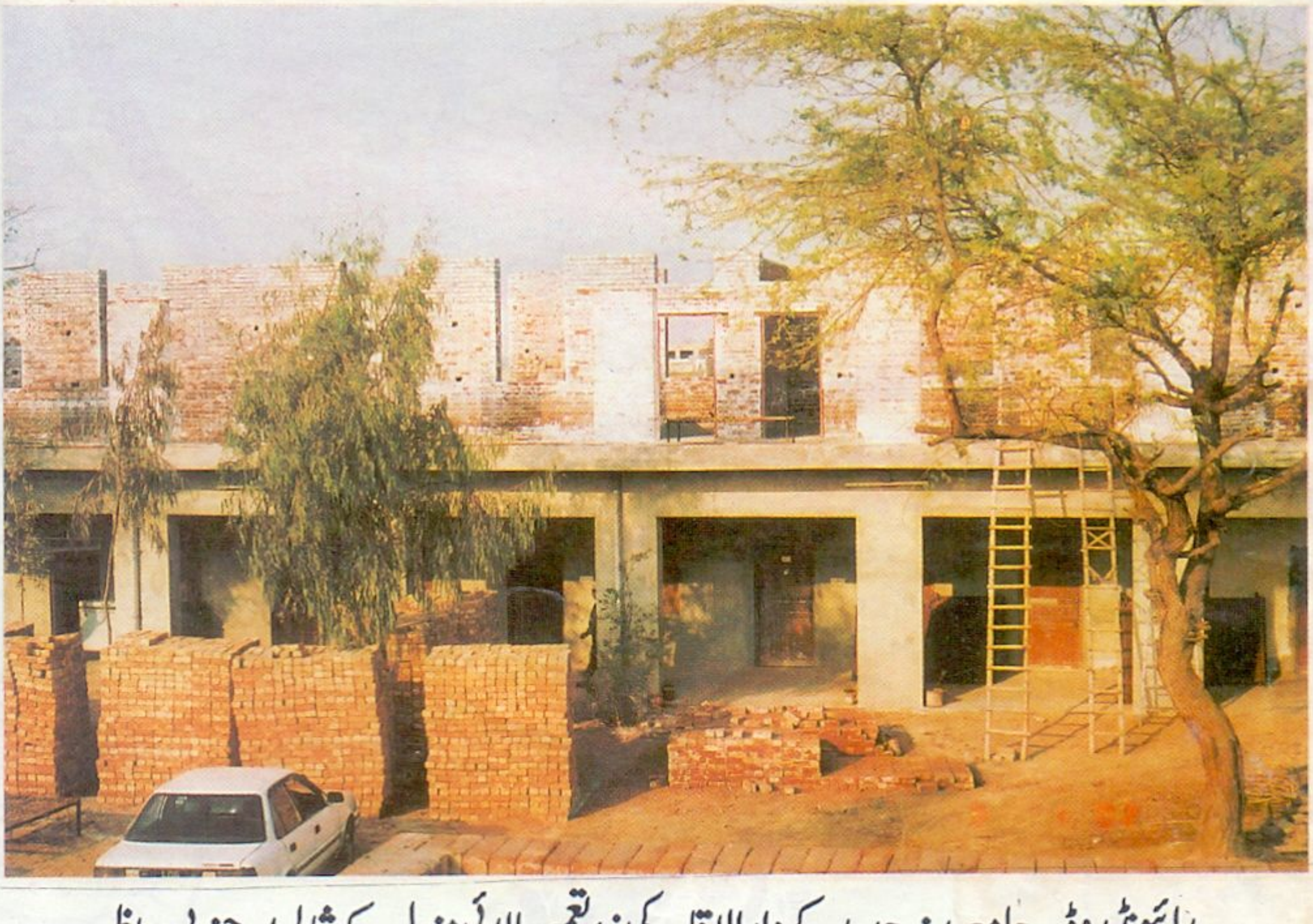

رائیونڈ روڈ جامعہ مدنیہ جدید کے دار الاقامہ کی زیر تعمیر بالائی منزل کے شمالی اور جنوبی مناظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ - جولائی ۲۰۰۲ء شمارہ : ۷

مدیر اعلیٰ
سید محمود میاں
مہتمم جامعہ مدنیہ (جدید) رائیونڈ روڈ
لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۳ روپے ـــــــ سالانہ ۱۵۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، دبئی ـــــــ " ۵۰ ریال
بھارت، بنگلہ دیش ـــــــ " ۶ امریکی ڈالر
امریکہ، افریقہ ـــــــ " ۱۶ ڈالر
برطانیہ ـــــــ " ۲۰ ڈالر

○ اس دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ ماہ ـــــ سے رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ ـــــ ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے

دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور
پوسٹ کوڈ : ۵۴۰۰۰ موبائل : ۰۳۳۳-۴۲۴۹۳۰۱
فون : ۷۷۲۴۵۸۱ فون / فیکس: ۹۲-۴۲-۷۷۲۶۷۰۲
E-mail : jamiamadaniajadeed@hotmail.com

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ "انوار مدینہ" نزد جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا

اِس شمارے میں

ادار یہ ——————
درس حدیث ——— حضرت مولانا سیّد حامد میاں صاحبؒ
وفاق المدارس کے اہم فیصلے ——— مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب
خطیب اسلامؒ کی یاد میں ——— مولانا زاہد الراشدی صاحب
فرقہ واریت کیا ہے؟ ——— حضرت مولانا منیر احمد صاحب
وفیات ——————
بزنس یا دین و دنیا کا ناس ——— حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب
فہم حدیث ——— حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب
انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کا محنت و مزدوری کرنا ——— مسز طاہرہ کوکب صاحبہ
دینی مسائل ——————
تحریک احمدیت ——————

جامعہ مدنیہ جدید کا موبائل

۰۳۳۳۔۴۲۴۹۳۰۱

☆

~~جامعہ مدنیہ جدید کا پرانا نمبر ۷۷۰۰۰۲~~

جامعہ مدنیہ جدید کا نیا نمبر ۷۷۲۴۵۸۱

☆

جامعہ مدنیہ جدید کا ای میل ایڈریس

jamiamadaniajadeed@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

''سود حرام قرار دینے سے ملک تباہ ہو جائے گا ملکی سلامتی اور بقا خطرے میں پڑ جائے گی'' ربا پر وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ آئین سے متصادم اور اختیارات سے تجاوز ہے عملدرآمد سے معیشت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔''

۱۳ر جون کو اسلام آباد میں عدالت عظمی کے شریعت ایپلٹ بنچ وفاقی حکومت کے سامنے ربا کیس کی سماعت کے دوران حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ یو بی ایل کی نظر ثانی کی اپیل کی مکمل حمایت کرتی ہے۔ اب جبکہ ۲۴ر جون کو عدالت عظمی کے شریعت ایپلٹ بنچ نے ربا کیس میں یو بی ایل کی نظر ثانی کی اپیل منظور کرتے ہوئے اسی ضمن میں وفاقی شرعی عدالت اور عدالت عظمی کے شریعت ایپلٹ بنچ کے فیصلوں کو کالعدم قرار دے دیا ہے تو اس پر دکھ اور افسوس کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔ اپنی اسی بدنصیبی پر اہل درد حضرات انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہوئے اس کی جانب سے کسی غیبی مدد کے اُمیدوار ہیں۔

بینکاری کا موجودہ سودی نظام جو دورِ حاضر میں سرمایہ دارانہ نظام کے لیے سب سے اہم ستون ہے جس کی بقاء اور تحفظ سود خوروں کے لیے سب سے اہم مسئلہ ہے۔ ملکی معیشت میں ان کا اثر ورسوخ اس قدر ہے کہ سود کے خلاف کئی سالوں سے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلوں پر عملدرآمد کو روکے ہوئے ہیں۔ کوئی حکومت ان کے منشاء کے خلاف عدالتی فیصلہ کو نافذ نہیں کرا سکی حالانکہ سود کی قطعی حرمت اور اس کی واضح قباحتیں اہل عقل ودانش سے مخفی نہیں ہے۔

موجودہ زمانے کے سود خوروں نے اپنی جانب سے یہ بات گھڑلی ہے کہ حرام usuary (مہاجنی سود) ہے

نا کہ Commercial Intrest (تجارتی سود)۔ حالانکہ قرآن وسنت سے ہر قسم کے سود کی حرمت بالتصریح ثابت ہے۔ تجارتی سود کی حرمت کو بالتفصیل جاننے کے لیے ہم مولانا محمد عمران صاحب عثمانی کی کتاب ''شرکت ومضاربت عصر حاضر میں'' سے ایک اقتباس نقل کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں :

سترہویں صدی عیسوی میں نظام بینکاری وجود میں آنے کے بعد سود کی دو نئی اصطلاحات بھی اُبھریں۔ ان دو اصطلاحات کی تعریف یہ کی گئی ہے :

(۱) تجارتی سود : (Commercial Intrest)

کسی نفع آور پیداواری (Productive) مقاصد کے لیے حاصل کردہ قرضہ پر جو سود لیا جائے وہ تجارتی سود کہلاتا ہے۔

(۲) مہاجنی یا صرفی سود : (Usuary)

قرض اگر ذاتی ضرورت اور صرفی مقاصد کے لیے لیا گیا ہو تو اس پر اضافہ مہاجنی یا صرفی سود کہلاتا ہے۔

دونوں اصطلاحات کا پس منظر :

بینکاری کا موجودہ نظام جس نے سود کو اخلاقی اور قانونی سندِ جواز فراہم کی، عصر حاضر کے سرمایہ دارانہ نظام کی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ جب مسلم ممالک سیاسی طور سے مغرب کے زیرنگیں اور معاشی میدان میں ان کے دست نگر ہو گئے تو انیسویں صدی کے بعض مغرب زدہ مسلمانوں نے ایک طرف تو مغرب کی ان روز افزوں ترقیات کو دیکھا جو صنعت اور تجارت کے میدان میں انہیں حاصل ہو رہی تھیں اور دوسری طرف ان کی نگاہ اپنی ہم مذہب قوم کی معاشی پستی اور اقتصادی زبوں حالی پر بھی پڑی، ساتھ ہی انہیں اس بات کا بھی احساس ہوا کہ صنعت وتجارت کے میدان میں بینک ایسے ناگزیر ادارے کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی اہمیت صرف قومی ہی نہیں بین الاقوامی ہے اس چیز نے انہیں یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ حرام صرف مہاجنی یا صرفی سود ہے نہ کہ تجارتی سود (Intrest)، کیونکہ تجارتی سود کو حرام سمجھنے سے اس صنعت وتجارت کی راہ میں ناقابلِ عبور دشواریاں حائل ہو جائیں گی۔ مگر یہ پریشان کن مسئلہ کہ قرآن وسنت نے ربا اور ربا پر مبنی سارے معاملات کی بالتصریح حرام کیا ہے اس طرح حل کیا گیا کہ ربا کے لفظ کا ترجمہ ''یوژری'' کر دیا گیا، اور اسے ''انٹرسٹ'' کے لفظ کے مغربی تصور سے مختلف بتایا گیا اس طرح یہ سمجھا گیا کہ قرآن کا ربا جو حرام قرار دیا گیا تھا وہ یوژری تھا، انٹرسٹ کی حرمت سے اسے کوئی سروکار نہ تھا۔

ہندوستان میں اس طرز فکر کی ابتداء سر سید احمد خان مرحوم سے ہوئی اور ان کی پیروی ان کے مکتب خیال کے لوگوں نے کی مثلاً نذیر احمد، سیّد طفیل احمد منگلوری اور اقبال سہیل وغیرہ، بعض مصری علماء مثلاً شیخ محمد عبدہ، توفیق آفندی، شیخ اسماعیل خلیل اور ترکی کے تجدد پسند حضرات نے بھی اس طرح کے خیالات ظاہر کئے۔

تجارتی سود کو جائز قرار دینے والے حضرات فقہی زاویۂ نگاہ سے جو دلائل پیش کرتے ہیں ان کے دو گروہ ہو گئے ہیں :

پہلا گروہ :

بعض تو وہ ہیں جو اپنے استدلال کی بنیاد اس بات پر رکھتے ہیں کہ تجارتی سود عہدِ رسالت میں رائج تھا یا نہیں؟ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں حرام سود کے لیے ''الربا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، جس سے مراد سود کی وہ مخصوص شکل ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یا آپ ﷺ سے پہلے عہد جاہلیت میں رائج تھی، ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے بلاواسطہ مخاطب اہل عرب ہیں، ان کے سامنے جب ''الربا'' کا ذکر کیا جائے گا تو مراد وہی ربٰو ہوگا جو ان کی نگاہ میں جانا پہچانا اور معروف ہو، جب ہم اس زمانے میں سود کی مروجہ صورتوں میں جستجو کرتے ہیں تو ہمیں کہیں تجارتی سود کی شکل نہیں دکھائی دیتی۔ تجارتی سود اہل یورپ کی ایجاد ہے اور صنعتی انقلاب کے بعد جب صنعت وتجارت کو فروغ نصیب ہوا ہے اس وقت تجارتی سود (Commercial Intrest) کا لین دین شروع ہوا ہے، لہٰذا جن آیات سے سود کی حرمت معلوم ہوتی ہے ان سے تجارتی سود کے حرام ہونے پر استدلال صحیح نہیں۔

ہم پہلے اسی گروہ کے اس استدلال کا جائزہ لیتے ہیں :

ہماری نگاہ میں ان حضرات کا یہ استدلال بہت سطحی ہے، اس لیے کہ ان حضرات نے اپنی اس دلیل کی اس عمارت کو دو ہی ستونوں پر کھڑا کیا ہے، ایک تو یہ کہ ''الربا'' سے مراد ''ربا'' کی وہی شکل وصورت ہے جو زمانۂ رسالت میں رائج تھی، اور دوسرے یہ کہ تجارتی سود اس زمانے میں رائج نہ تھا لیکن اگر دلائل کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بالکل بے وزن ہیں۔

اول تو یہ بات ہی بے وزن ہے کہ ''الربا'' کی جو شکل عہد جاہلیت میں رائج نہ ہو وہ حرام نہیں ہے اس لیے کہ اسلام کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت سامنے ہوتی ہے، اسی پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے، شکل و صورت کے بدلنے سے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا، قرآن نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، زمانۂ نبوت میں وہ جس شکل و صورت کے ساتھ معروف تھی اور اس کے بنانے کے جو طریقے رائج تھے وہ سب بدل گئے مگر چونکہ حقیقت نہیں بدلی اس لیے حکم بھی نہیں بدلا، وہ بدستور حرام رہی۔ قرآن کریم نے خنزیر کا گوشت حرام قرار دیا، چاہے جدید دور میں اسے کتنی ہی اعلیٰ غذا دے کر فارموں میں پالا جائے وہ پھر بھی حرام ہی رہے گا۔ الفحشاء (بدکاری) کی صورتیں اس زمانے میں کچھ اور تھیں آج کچھ اور ہیں، ان میں زمین آسمان کا تفاوت ہے مگر بدکاری بدکاری ہی ہے اور قرآن کے وہی احکام اس پر نافذ ہیں۔ سود اور قمار کا بھی یہی حال ہے، اس زمانے میں اس کی جو شکل وصورت رائج تھی آج اس سے بہت مختلف صورتیں رائج ہیں، مگر جس طرح شراب، خنزیر اور بدکاری حرام ہے اسی طرح سود و قمار بھی حرام ہے۔

پھر اس دلیل کا دوسرا مقدمہ بھی درست نہیں کہ تجارتی سود عہد جاہلیت میں رائج نہ تھا، یہ کہنا دراصل تاریخ اور ناواقفیت پر مبنی ہے، جاہلیت عرب اور پھر اسلامی دور کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں سود کا لین دین صرف احتیاجی اور صرفی قرضوں پر نہیں تھا بلکہ تجارتی اغراض اور نفع بخش مقاصد کے لیے بھی قرض لیے اور دیئے جاتے تھے چنانچہ ذیل میں اس قسم کی چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں :

كانت بنو عمرو بن عامر يا خذون الربا من بنى المغيرة ،و كانت بنو المغيرة يربون لهم فى الجاهلية ،فجاء الاسلام ولهم عليهم مال كثير .

جاہلیت کے زمانے میں بنوعمرو بن عامر، بنومغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنومغیرہ انہیں سود دیتے تھے، چنانچہ جب اسلام آیا تو ان پر ایک بھاری مال واجب تھا۔

اس روایت میں عرب کے دو قبیلوں کے درمیان سودی لین دین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بات ذہن میں رکھیے کہ ان قبیلوں کی حیثیت تجارتی کمپنیوں جیسی تھی، ایک قبیلے کے افراد اپنا مال ایک جگہ جمع کر کے اجتماعی انداز میں اس سے تجارت کیا کرتے تھے، پھر یہ قبیلے اچھے خاصے مالدار بھی تھے اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ کیا دو مال دار قبیلوں کے درمیان سود کا مسلسل کاروبار کسی ہنگامی ضرورت کے لیے ہوسکتا ہے؟ یقیناً یہ لین دین تجارتی بنیادوں پر تھا۔

اس کے علاوہ ہم طائف کی تاریخ پر نگاہ ڈالتے ہیں جو قبیلہ ثقیف کا مسکن تھا، طائف مکے سے پچھتر میل کے فاصلے پر جنوب مشرق میں واقع ہے اس کی زمین نہایت زرخیز اور سرسبز و شاداب تھی۔ اس کے اردگرد وادیوں سے باہر بھیجی جانے والی تجارتی اشیاء کافی مقدار میں حاصل ہوتی تھیں جنہیں حجاز جیسے بے آب و گیا علاقہ میں کہیں بھی فروخت کیا جاسکتا تھا۔ طائف سے برآمد کی جانے والی چیزوں میں کشمش، منقیٰ، شراب، گیہوں اور لکڑی ہوتی تھی، طائف کی مخصوص صنعت چمڑے کی تیاری اور رنگائی تھی۔ مغربی عرب میں طائف مکے کے بعد دوسرے درجہ کا شہر سمجھا جاتا تھا، قرآن مجید نے طائف کا ذکر مکہ کے ساتھ ''القریتین'' کے فقرے سے کیا ہے، جس سے اس بات کا اشارہ بھی ملتا ہے کہ ان دونوں شہروں کے روابط ایک مخصوص اہمیت کے حامل تھے۔ آبادی کا ایک حصہ کثیر تعداد پر مشتمل یہودیوں کا بھی تھا جو یمن اور یثرب سے نکال دیئے جانے کے بعد طائف میں اپنے کاروبار کے سلسلے میں مستقل مقیم ہو گئے تھے۔ طائف کے باشندوں کا جو زیادہ تر ثقیف کے قبیلے سے تھے سب سے بڑا کاروبار ربا (سودی لین دین) تھا اور سودی لین دین کے اس طرح معاشی زندگی کی گہرائیوں میں پیوست ہو جانے کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے طائف سے صلح کرتے وقت ایک شرط صراحتہً یہ رکھی تھی کہ سودی لین دین بالکلیہ موقوف کر دیا جائے گا، ساتھ ہی ساتھ جو سود دوسروں کا ان پر یا ان کا دوسروں پر چڑھ چکا ہے اسے بالکل ترک کر دیا جائے گا۔

طائف کا سودی کاروبار کرنے والے صرف اپنے شہر کے لوگوں سے ہی سود کا لین دین نہ رکھتے تھے بلکہ مکے

والوں کو بھی جو بنیادی طور پر تاجر تھے سود پر روپیہ فراہم کرتے تھے، یہ سود روپیہ اور سامان دونوں صورتوں میں وصول کیا جاتا تھا اور مغیرہ جو مکے کے قریشیوں کی ایک شاخ تھے ان کے مستقل گاہک تھے۔ سود کی وصولیابی کا طریقہ یہ بھی تھا کہ عدم ادائیگی کی صورت میں اصل مع سود کو دوگنا کر دیا جاتا تھا اور یہ صورت روپیہ اور سامان دونوں کے لیے اختیار کی جاتی تھی۔

مکہ کے باشندوں کے ساتھ طائف والوں کے معاشی تعلقات اور سودی کاروبار کی اہمیت اور زیرِ بحث مسئلہ پر ان کے اثرات کا حقیقی اندازہ اسی وقت صحیح طور پر لگایا جا سکتا ہے جب مکہ کے باشندوں کی تجارتی سرگرمیوں اور جدوجہد کو بھی سامنے رکھا جائے۔ مکہ کی زمین ناقابلِ زراعت تھی وہاں نہ جنگلات تھے اور نہ معدنیات چنانچہ خام اشیاء کی بڑی کمی تھی، صنعت بھی صرف دباغت کی پائی جاتی تھی۔ ان وجوہات کی بناء پر اہلِ مکہ کو تجارت اور کاروبار پر گزارا کرنا پڑتا تھا چنانچہ مکہ عرب کا سب سے بڑا اور اہم ترین شہر ہو گیا۔

قریش دو تجارتی سفر کیا کرتے تھے جن کی ابتداء ہاشم نے کی تھی۔ ایک یمن کی طرف جاڑے میں اور دوسرے شام کی طرف گرمی میں۔ قریش کے لیے یہ سفر نہایت سودمند ثابت ہوئے، خاص کر اس وجہ سے کہ کعبہ کے محافظوں کی حیثیت سے قریش کو بنظرِ احترام دیکھا جاتا تھا انہیں مخصوص رعایتیں دی جاتی تھیں اور ان کا تحفظ کیا جاتا تھا جو اس وقت کے عرب میں نقل و حرکت کے لیے نہایت ضروری تھا۔ اس طرح تجارتی کاروبار ان کا واحد ذریعہ معاش اور گزراوقات کا ذریعہ بن گیا، تجارتی قافلوں کی آمد و رفت کے مواقع قریب آجاتے تو اہلِ مکہ کی دلچسپی، ذوق و شوق اور مصروفیت کی انتہا نہ ہوتی، عورتیں تک تجارت میں حصہ لیتی تھیں اور اپنا روپیہ کاروبار میں لگاتی تھیں وہ قافلہ جو ابوسفیان کی قیادت میں تھا اور جس پر حملہ کرنے کا ارادہ مسلمانوں نے کیا تھا اور جو آخر کار جنگِ بدر کا باعث بنا مکہ کا کوئی فرد بشر ایسا نہ تھا جس کا کچھ نہ کچھ روپیہ اس میں نہ لگا ہو۔ اہلِ مکہ کی زندگی میں اس طرح سرمایہ کی اہمیت میں روز افزوں اضافہ ہوتا چلا گیا اور وہ ان کی زندگی کا ایک ناگزیر عنصر بن گیا، یہاں تک کہ ان کی تمام تر توجہ اس کے حصول، بہم رسانی اور گردش پر لگ گئی چنانچہ یہ بات ظاہر ہے کہ مکے جیسی تجارتی جگہ نے رفتہ رفتہ ایک قسم کے بینکنگ شہر اور کلیئرنگ ہاؤس کی خصوصیات اپنے اندر پیدا کر لی ہوں گی اور اس طرح کے مبادلات، کاروبار اور تنظیم سے متعلق ادارے اور رواج بھی آہستہ آہستہ وجود میں آگئے ہونگے۔ اس طرح کے حالات کے تحت یہ فطری سی بات تھی کہ اہلِ مکہ میں سود کے لین دین کا ایک عام رواج ہو گیا تھا، جب قرآن مجید نے ربا کو حرام اور قبیح قرار دیا تو قریش نے اس پر اعتراض اس دلیل کے ذریعے کیا کہ سودی لین دین بھی ایک قسم کی تجارت ہی ہے جس میں سرمایہ کا معاوضہ بدل لیا جاتا ہے، اور سرمائے کو کرایہ پر چلایا جاتا ہے، وہ کہتے تھے کہ انہیں ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں معلوم ہوتا کہ سرمائے پر بڑھوتری یا تو نفع کی صورت میں شروع ہی میں لے لی جائے جیسا کہ تجارت میں ہوتا ہے یا کچھ عرصہ بعد لی جائے، یعنی جب رقم واجب الادا ہو جائے، تو اس کے انتظار کے عوض میں سود کی شکل میں اصل رقم کے علاوہ کچھ اور بھی وصول کر لی جائے۔ قریش نے اس سودی کاروبار کو بہت اونچے معیار تک ترقی دی تھی وہ صرف اپنے

قبیلے والوں کو ہی نہیں حجاز کے دوسرے شہروں کے باشندوں کو بھی سودی قرضے دیتے تھے۔ سود کی حرمت سے قبل حضرت عباس بن عبدالمطلب اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے باہم مشترکہ سرمائے سے ایک کمپنی سی قائم کر رکھی تھی، جس کا خاص کاروبار سود پر روپیہ چلانا تھا۔ ان حضرات کا کاروبار مکہ تک محدود نہ تھا، طائف کے باشندوں کو وہ مستقل قرضے دیا کرتے تھے خاص کر بنو عمرو بن عمیر کو جو قبیلہ بنو عوف کی ایک شاخ تھے۔ حضرت عثمانؓ بھی ان مالدار تاجروں میں سے تھے جو زبردست پیمانہ پر سودی کاروبار کرتے تھے۔ بدر کے تجارتی کارواں کے منتظمین خصوصاً وہ لکھ پتی تھے جنہوں نے کارواں میں ہزاروں دینار تجارت میں لگانے کے علاوہ اپنا سرمایہ مختلف سودی کاروبار میں پھیلا رکھا تھا۔

اس کے علاوہ حضرت زبیرؓ بن عوام کا جو طرزِ عمل اس سلسلے میں روایات سے ثابت ہوتا ہے وہ بڑی حد تک اس طریقہ سے مشابہ ہے جو آج بینکنگ کے نظام میں رائج ہے کیونکہ حضرت زبیرؓ اپنی امانت و دیانت کے اعتبار سے مشہور تھے اس لیے بڑے بڑے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں جمع کرایا کرتے تھے اور اپنی مختلف ضروریات کی بناء پر وہ اپنی پوری یا تھوڑی رقمیں واپس بھی لیتے رہتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے بارے میں صحیح بخاری میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ لوگوں کی رقموں کو بطور امانت رکھنا منظور نہیں کرتے تھے بلکہ کہہ دیا کرتے تھے کہ "**لا ولکن هو سلف**" یعنی یہ امانت نہیں قرض ہے اور علامہ حافظ ابن حجرؒ نے اس بات کا مقصد یہ بیان کیا کہ :

> انہیں خطرہ تھا کہ کہیں مال ضائع نہ ہو جائے اور یہ سمجھا جائے کہ انہوں نے اس کی حفاظت میں کوتاہی کی ہوگی اس لیے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے (قرض بنا کر) بہرصورت واجب الادا قرار دے لیں تاکہ مال والے کو بھروسہ زیادہ رہے اور ان کی ساکھ بھی قائم رہے۔ ابن بطال نے یہ بھی فرمایا کہ وہ ایسا اس لیے بھی کرتے تھے تاکہ اس مال سے تجارت کرنا اور فائدہ کمانا ان کے لیے جائز ہو جائے۔

اس طریقے سے حضرت زبیرؓ کے پاس لاکھوں کی تعداد میں رقمیں جمع ہو جاتیں، حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے ذمہ واجب الاداء قرضوں کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلے۔ حضرت زبیرؓ جیسے متمول صحابی پر یہ بائیس لاکھ روپے کا قرضہ ظاہر ہے کہ کسی صرفی اور وقتی ضرورت کے لیے نہیں تھا بلکہ یہ امانتوں کا سرمایہ تھا اور یہ تمام سرمایہ کاروبار ہی میں مشغول تھا کیونکہ حضرت زبیرؓ نے وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ہماری املاک کو فروخت کر کے یہ رقم ادا کی جائے۔

علامہ طبریؒ نے ۲۳ھ کے واقعات میں ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ ہند بنت عتبہ حضرت عمرؓ کے پاس آئی اور بیت المال سے چار ہزار قرض مانگے تاکہ ان سے تجارت کرے اور ان کی ضامن ہو حضرت عمرؓ نے دے دیے چنانچہ وہ بلادِ کلب بن گئی اور مال فروخت کیا۔ اس میں خاص تجارت کے لیے تجارت کے نام سے روپیہ قرض لینے اور دینے کا ذکر ہے۔ کیا

اس کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں تجارت کے لیے قرض لینے دینے کا رواج نہ تھا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ اس قرض پر سود لینے دینے کا رواج احکام قرآنی نازل ہونے کے بعد نہ رہا تھا جیسا کہ اس واقعہ میں چار ہزار قرض بلا سود دینا مذکور ہے۔

ایک بہت واضح دلیل :

درمنثور ہی میں علامہ سیوطیؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت نقل کی ہے :

"من لم یترک المخابرۃ فلیؤذن بحرب من اللّٰہ ورسولہ"

جو شخص مخابرہ نہ چھوڑے وہ اللہ اور اس کے رسول سے اعلان جنگ سن لے۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ کو سود کی طرح ناجائز قرار دیا اور جس طرح سود خور کے خلاف خدا اور رسول نے اعلان جنگ کیا ہے اسی طرح مخابرہ کرنے والے کے خلاف بھی کیا، استدلال کی وضاحت سے قبل مخابرہ کا مطلب سمجھنا ضروری ہے۔ مخابرہ دراصل بٹائی کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ زمیندار کسی کاشتکار کو اپنی زمین اس معاہدے پر دے کہ کاشتکار اس کو ایک معین پیداوار دیا کرے۔ فرض کیجئے کہ زید کی ایک زمین ہو اور وہ اسے عمر کو اس معاہدے پر کاشت کے لیے دے کہ وہ غلہ کی ایک معین مقدار مثلاً پانچ من ہر فصل پر زید کو دے گا خواہ اس کی پیداوار کم ہو یا زیادہ یا بالکل نہ ہو، یا مثال کے طور پر یہ طے کریں کہ جو پیداوار پانی کی نالیوں کے قریبی حصہ پر ہوگی وہ زید لے گا باقی عمر (کاشتکار) لے گا، یہ معاملہ مخابرہ کہلاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس معاملے کو ربا کی ایک شکل قرار دے کر حرام فرمایا ہے۔ اب آپ ہی غور فرمائیں کہ یہ معاملہ ربا کی کون سی صورت سے متعلق ہے؟ صرفی اور احتیاجی سود سے یا تجارتی سود سے، ظاہر ہے کہ یہ صورت تجارتی سود سے مشابہ ہے کیونکہ جس طرح تجارتی سود میں مقروض قرض کی رقم تجارت یا نفع آور کام میں لگاتا ہے اسی طرح مخابرہ میں بھی، کہ کاشتکار زمین کو نفع آور کام میں لگا رہا ہے، صرفی اور احتیاجی سود میں ایسا نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں وہ قرض لے کر اپنی ذاتی ضروریات پر خرچ کر دیتا ہے۔

پھر جو علتِ تحریم مخابرہ کو ناجائز قرار دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کاشت کے بعد کل پیداوار پانچ من ہی ہو اور بیچارے کاشتکار کو کچھ بھی نہ ملے، یہی علت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے کہ ممکن ہے جو رقم قرض لے کر تجارت میں لگائی گئی ہے اس سے صرف اتنا ہی نفع ہو جتنا کہ اُسے سود میں دینا ہے، یا اتنا بھی نہ ہو، اور یہ علت صرفی اور احتیاجی سود میں نہیں پائی جاتی کیونکہ مقروض قرض کی رقم کسی تجارت میں نہیں لگاتا، اس کے حرام ہونے کی علت کچھ اور ہے۔

خلاصہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے مخابرہ کو ربا میں داخل فرمایا اور مخابرہ صرفی سود کے مشابہ نہیں ہوسکتا وہ تجارتی سود کے مشابہ ہے اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ عہد رسالت میں نفع بخش کاموں میں لگانے کے لیے سودی لین دین کا رواج

تھا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سود حرام ہے۔

دوسرا گروہ :

تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو اپنے استدلال کی بنیاد سود کے عہد جاہلیت میں رائج ہونے یا نہ ہونے پر نہیں رکھتا، بلکہ وہ اس کے جواز پر کچھ اور ایجابی دلائل پیش کرتا ہے، اس گروہ نے کئی دلائل پیش کیے ہیں، ذیل میں ان میں سے چند ایک ذکر کیے جاتے ہیں۔

پہلی دلیل اور استدلال کا جواب :

اس گروہ کا یہ کہنا ہے کہ سود کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ اس میں قرض لینے والے کا نقصان ہوتا ہے، اس بیچارے کو محض اپنی تنگدستی کے جرم میں ایک چیز کی قیمت اس کی اصل قیمت سے زائد دینی پڑتی ہے، اور دوسری طرف قرض دینے والا اپنے فاضل سرمایہ سے بغیر کسی محنت کے مزید مال وصول کرتا ہے جو سراسر ظلم ہے لیکن یہ علت تجارتی سود میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں قرضدار اور قرض خواہ دونوں کا فائدہ ہے، قرضدار قرض کی رقم کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کر لیتا ہے، اور قرض خواہ قرض کی رقم پر سود لے کر، اس لیے اس میں کسی کے ساتھ ناانصافی اور ظلم نہیں ہوتا۔

یہ دلیل آج کل لوگوں کو بہت اپیل کرتی ہے اور بظاہر بڑی خوشنما ہے لیکن تھوڑے سے غور و فکر سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ دلیل بھی حقیقت میں بے وزن ہے کیونکہ اس کا سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ تجارتی سود میں کسی کا نقصان نہیں، کیونکہ حرمتِ سود کی حکمت صرف وہ نہیں جو تجارتی سود کے حامی حضرات نے پیش کی ہے اس کے بہت سے اسباب ہیں، ان حکمتوں میں سے ایک یہ بھی تھی کہ کسی فریق کا نقصان اس میں ضرور ہوتا ہے اور نقصان والا معاملہ ناجائز ہوتا ہے مگر تھوڑے سے تغیر کے ساتھ۔ ان حضرات نے تو بات یہیں تک ختم کر دی کہ اگر ایک فریق کا نقصان اور دوسرے کا فائدہ ہو تو معاملہ ناجائز ہوتا ہے اور دونوں کا فائدہ ہو تو جائز، حالانکہ بات صرف یہیں تک محدود نہیں بلکہ اگر دونوں کا فائدہ ہو سکتا ہو مگر ایک کا فائدہ یقینی اور دوسرے کا غیر یقینی اور مشتبہ ہو تب بھی معاملہ ناجائز ہوتا ہے جیسا کہ پیچھے مخابرہ کے بیان میں ذکر کیا گیا۔

دوسری دلیل اور اس کا جواب :

اس گروہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم نے ارشاد فرمایا :

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ وہ تجارت ہو اور آپس کی رضامندی سے ہو۔

مندرجہ بالا آیت میں قرآن حکیم نے اکل بالباطل سے منع فرمایا ہے لہٰذا تجارت کے جن طریقوں میں اکل

بالباطل موجود ہو وہ حرام ہیں، اور ظاہر ہے کہ جہاں اکل باطل ہوگا وہاں ایک فریق کی عدم رضا ضرور ہوگی، اکل بالباطل میں کھانے والا تو راضی ہوتا ہے لیکن جس سے کھایا جاتا ہے وہ کبھی راضی نہیں ہوتا، وہ اسے صرف اپنی مجبوری سے برداشت کرتا ہے، اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی ایسی تجارت ہو جس میں دونوں فریقوں کی رضامندی اور خوشدلی ہو تو وہ یقیناً اکل بالباطل نہ ہوگا۔ اس توجیہ کی رو سے کمرشل انٹرسٹ (تجارتی سود) کو دیکھیے کہ اس میں قرض لینے والا مجبور اور مظلوم نہیں ہوتا، اور اسی طرح وہ دائن کے نفع سے ناخوش بھی نہیں ہوتا، لہٰذا جو ربا حرام ہے وہ وہی ہے جس میں ایک فریق کا خودغرضانہ نفع اور دوسرے کا نقصان ہے کمرشل انٹرسٹ پر جو تجارت کی جاتی ہے اس میں دونوں کی باہمی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے۔

لیکن حقیقت میں اس گروہ کا یہ استدلال بھی سطحی نوعیت کا ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ فریقین کی رضامندی کو حرام چیز کے حلال ہونے کے لیے سبب قرار نہیں دیا جا سکتا، کیا فریقین رضامند ہوں تو زنا کو جائز کہا جا سکتا ہے؟ تجارت میں ایسی بہت سی انواع ہیں کہ جن میں دونوں فریق راضی اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ ناجائز ہیں، حدیث کی کتابوں میں "ابواب البیوع الباطلة" میں دیکھئے کہ محاقلہ، تلقی الجلب، بیع کی ان تمام صورتوں میں فریقین کی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے، مگر ہر ایک کو رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔

صرف سود اور قمار میں بھی فی الجملہ فریقین معاملے پر راضی ہوتے ہیں اس کے باوجود اسے حرام قرار دیا گیا، لہٰذا صرف اس بنا پر کوئی سودی معاملہ جائز قرار نہیں پا سکتا کہ اس پر دونوں فریقین راضی ہیں بلکہ دونوں کی رضامندی کے ساتھ وہ ایسا معاملہ ہونا چاہئے جسے شریعت نے حرام قرار نہ دیا ہو اسی کو قرآن کریم نے الا ان تکون تجارة سے تعبیر فرمایا ہے۔ (شرکت ومضاربت عصرِ حاضر میں ص ۶۵ تا ۷۷)

مولانا کی اس تحریر سے سود کی تمام شکلوں کی حرمت بخوبی واضح ہو جاتی ہے اتنے واضح اور روشن دلائل کے باوجود وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو کالعدم قرار دینا عقل وفہم کے منافی اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم کا معاملہ فرماتے ہوئے اپنے عذاب وقہر سے ہم سب کی حفاظت فرمائے آمین۔

صلّی اللہ علیہ وسلم

مولای صل وسلم دائماً ابداً — درسِ حدیث — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حضرت اقدس پیرو مرشد مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کے مجلسِ ذکر کے بعد درسِ حدیث کا سلسلہ وار بیان خانقاہِ حامدیہ چشتیہ رائیونڈ روڈ کے زیرِ انتظام ماہ نامہ ''انوارِ مدینہ'' کے ذریعہ ہر ماہ حضرت اقدسؒ کے مریدین اور عام مسلمانوں تک باقاعدہ پہنچایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ حضرت اقدسؒ کے اس فیض کو تاقیامت جاری و مقبول فرمائے۔ (آمین)

رمضان غم خواری اور صبر کا مہینہ، سخاوت کا بلند درجہ ''ایثار''
اسلامی معاشرت میں متوسط طبقہ کی کثرت
سب سے طویل عرصہ اسلام سپر پاور رہا
اسلام، کمیونزم اور دیگر مذاہب

﴿تخریج و ترتیب: مولانا سیّد محمود میاں صاحب﴾

(کیسٹ نمبر ۳۵/ سائیڈ بی/ ۸۴-۶-۱)

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی خیر خلقہ سیّدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخری تاریخ کو ایک خطبہ فرمایا ارشاد اس میں فرمایا **یایھا الناس** اے لوگو **قد اظلکم شھر عظیم** تم پر ایک بہت بڑا مہینہ سایہ اَفگن ہے وہ مہینہ مبارک ہے ایسا مہینہ ہے کہ اس میں ایک رات ہے **خیر من الف شھر** اللہ کے نزدیک وہ اتنی افضل ہے کہ ایک ہزار مہینوں سے زیادہ بڑا اُس کا ثواب ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینے کے روزے فرض کیے ہیں **جعل اللّٰہ صیا مہ فریضۃ وقیام لیلہ تطوعا** اس کی رات میں قیام کرنا اس میں عبادت کرنا یہ اللہ تعالیٰ نے مستحب بنایا ہے، بہتر بنایا ہے، اس خطبے میں ارشاد فرمایا کہ جو آدمی کوئی کام کرے جس سے خداوند کریم کا قرب چاہتا ہو تو پھر وہ ایسے ہوگا جیسے کہ اُس کو رمضان کے علاوہ (کسی ماہ میں) کوئی فرض ادا کرنے پر ثواب ملتا ہے جیسے نفل پر ثواب دیا جاتا ہے اور جس نے فرض ادا کیے روزے بھی فرض ہیں نمازیں بھی فرض ہیں اور بہت سے فرائض ہیں اخلاقی فرائض ہیں معاملات کے فرائض ہیں اس کو فرمایا **کان کمن ادّٰی سبعین فریضۃ فیما سواہ** وہ ایسے ہے جیسے کہ اُس نے ستر فرض ادا کیے یعنی ایک فرض نماز کا ثواب ستر گنا ہے کوئی بھی عمل کیا جائے اُس کا ثواب بہت زیادہ بڑھ کر ہوگا۔

صبر کا مہینہ :

تو ارشاد فرمایا **وھو شھر الصبر** یہ صبر کی مشق کا مہینہ ہے اس میں اپنے آپ کو روکنا پڑتا ہے صبر کا مطلب ہے ثابت قدمی دکھانا، رکنا، واقعی اپنے آپ کو روکنا ہوتا ہے آدمی سب کے سامنے اور بالکل تنہائی میں ایک سا رہتا ہے رکا رہتا ہے روزے کے توڑنے کا کوئی کام نہیں کرتا صبر کا مہینہ ہے سردیاں ہوں تو بھوک گرمیاں ہوں تو پیاس۔ دونوں میں سے کوئی نہ کوئی چیز غالب رہتی ہے لیکن انسان صبر کرتا ہے ارشاد فرمایا **الصبر ثوابه الجنة** جو آدمی ثابت قدم رہے صبر کرے تو اُس کا ثواب پھر جنت ہوگی۔

غمخواری کا مہینہ :

اور یہ مہینہ اس چیز کی مشق کا بھی ہے کہ ایک دوسرے کی غم خواری کی جائے **شھر المواساۃ**۔

اس ماہ میں رزق بڑھتا ہے :

اور فرمایا **شھر یزاد فیه رزق المؤمن** یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس میں مومن کے رزق میں برکت ہوتی ہے مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

روزہ افطار کرانے پر اجر :

اس میں کسی آدمی کو افطار کرا دینا باعثِ ثواب ہے **من فطر فیه صا ئما کان له مغفرۃ لذنوبه و عتق رقبة من النار** اگر کوئی آدمی کسی کا روزہ کھلوا دیتا ہے تو اُس کے گناہوں کی بخشش اور جہنم سے گردن کے چھٹکارے کی اُمید ہوسکتی ہے یعنی اُس ایک عمل سے اتنا ثواب بڑھ سکتا ہے کہ یہ حال ہو کہ اللہ کے ہاں اُس کی بخشش ہی کر دی جائے۔

سب کو اجر ملتا ہے :

و کان له مثل اجره من غیر ان ینقص من اجره شئی جو آدمی کسی آدمی کے آگے (اس کی طرف سے) کام کر رہا ہے اور دوسرے کو کھلا رہا ہے پلا رہا ہے پیسے ایک کے ہیں کام دوسرے کر رہے ہیں تو اس کو بھی ثواب ملے گا اور اس میں یہ نہیں ہوگا کہ ثواب بٹ جائے گا نہیں بلکہ ہر ایک کو برابر برابر ثواب ملے گا اتنا ہی اللہ کی طرف سے اس کو بھی عطا ہوگا خدا کے ہاں دینے میں کوئی چیز خرچ نہیں کرنی پڑتی سب اس کی ملک ہے سب اس کا ملک جیسے اس کونے سے اس کونے میں رکھ دی خداوند کریم کے عطیات جو ہیں بے مثال ہیں بے حساب ہیں وہ تو اس میں بھی یہی ہے کہ اجر میں کمی نہیں آئے گی بلکہ اجر بڑھتا جائے گا اس کو بھی اور دوسرے کو بھی اتنا ہی مل جائے گا جتنا پہلے کو ملا ہے تیسرے کو بھی اتنا مل جائے گا جتنا دوسرے کو ملا ہے۔

تھوڑے پر بھی پورا اجر :

ہم نے عرض کیا کہ ہمارے پاس اتنا کہاں ہوتا ہے **لیس کلنا نجد ما نفطر به الصائم** ہم سے سب لوگ اتنا کہاں رکھتے ہیں کہ جو کسی کو روزہ کھلوائیں تو آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ ثواب جو ہے کسی کو کم چیز میسر ہے اس سے کھلوا رہا ہے اس کو بھی ملے گا۔ یہ شرط نہیں ہے کہ پیٹ ہی بھرے تو ثواب ملے، کم ہے اگر کسی کے پاس اور وہ دے رہا ہے کھجور دے رہا ہے، دودھ کی لسی دے رہا ہے پانی پلا رہا ہے کسی کو روزہ کھلوانے کے لیے تو اس کو بھی ثواب ملے گا اور پانی وہاں کے علاقے میں تو بڑی چیز ہے اور ویسے انسان کی حیات کے لیے سب سے بڑی چیز ہے۔ پانی اگر کم ہو جائے یا نہ مل سکے کسی جگہ تو زندہ نہیں رہ سکتا انسان، تو پانی پر بھی اجر ہے کھجور پر بھی اجر ہے کوئی کسی کو دودھ پلا دے تو اس پر اجر ہے اور اتنا ہی اجر ہے کیونکہ ہر آدمی کو یہ میسر نہیں ہے کسی کو کھجوریں میسر ہیں کسی کو دودھ میسر ہے بکری ہے اس کے پاس اور اُسے کچھ میسر نہیں ہے اس کے علاوہ تو وہ کیا کرے گا ثواب اس کا کم رہے گا؟ نہیں ثواب اس کا کم نہیں رہے گا بلکہ جس کے پاس بالکل نہیں ہے اور وہ کچھ دے رہا ہے تو وہ بہت دے رہا ہے۔ ایک آدمی کا قصہ واقعات میں ہے اسی طرح کا کہ وہ ایک سخی کے پاس پہنچ گیا مشہور تھا وہ سخاوت میں مگر مالدار اتنا نہیں تھا جبکہ دوسرا مالدار تھا کوئی بات ہوئی تو اس نے پیسے دے دیے مثلاً دس ہزار روپے دے دیے اور اس سخی سے کہا گیا تو اس نے چار ہزار روپے ساڑھے تین ہزار روپے دے دیے تو مالدار نے سخی سے کہا میں تم سے، آج جیت گیا ہوں میں نے اتنے دیے تم نے اس سے کم دیے اس (سخی) نے پوچھا کہ تمہارا کل مال کتنا ہے اس نے کہا اتنا ہے اس نے کہا کہ یہ اس کل کا کتنا حصہ ہے۔ اس نے کہا بہت تھوڑا سا حصہ ہے تو سخی نے کہا کہ آپ نے تو کل مال میں سے بہت تھوڑا سا حصہ دیا ہے اُس نے کہا یہ بات ٹھیک ہے اُس نے کہا میں نے اپنا کل دے دیا تو اس نے کہا واقعی تم بڑے ہو جو کُل مال دے ڈالا۔

"ایثار" سخاوت کا بلند درجہ ہے :

صحابہ کرامؓ کے دور میں جناب رسول ﷺ کی حیات طیبہ میں جن کو میسر تھا وہ بھی ایسے رہتے تھے جیسے میسر نہ ہو کیونکہ وہ ان لوگوں کو ترجیح دیتے تھے جنہیں میسر نہیں ہے۔ اس ترجیح دینے میں جنہیں میسر ہوتا تھا وہ بھی ایسے ہی ہو جاتے تھے جیسے میسر ہے ہی نہیں۔ ایک ضرورت مند آیا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں پوچھوایا کہ کچھ ہے کھانے کے لیے تو ہر جگہ سے جواب ملا کہ کچھ نہیں ہے، گھر میں کوئی چیز نہیں ہے کھانے کی، وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ عام ذوق یہی تھا عام رواج یہ تھا سب صحابہ کرام کا کہ جو کچھ موجود ہوتا تھا وہ برابر ضرورت مندوں کو دیتے رہتے تھے۔ یہ تو صحابہ کرام کا ایثار ہوا اور ایثار تو بہت بڑی چیز ہے۔ ایثار تو یہ ہے کہ خود ضرورت ہے اپنے لیے ضرورت ہے مگر دوسرے کو ترجیح دے رہا ہے یہ ایثار ہوا اور ایک ہے سخاوت کہ جس کو میسر ہے وہ برابر خرچ کیے چلا جائے دوسروں کی ضرورت کا خیال رکھے کوئی مانگ رہا ہے تو دے دے یہ سخاوت ہے یہ وصف سخاوت جو ہے یہ بھی اسلام میں خاص ہے۔

اسلام اور کمیونزم :

تو ایثار اور سخاوت یہ دونوں مذہبی تعلیم بھی ہوئی اور (اسلامی) معاشرتی انداز بھی ہوا تو اس بناء پر جہاں اسلام اور مسلمان ریاستیں رہی ہیں وہاں کمیونزم نہیں آسکا پس بخارا کی تاشقند کی اور آذر بائیجان تک کی ایک پٹی ہے جو زد میں آئی ہے ضرور ورنہ آیا ہی نہیں۔

کمیونزم اور دیگر مذاہب :

روس میں آیا ہے تو وہاں یا عیسائیت تھی یا یہودیت تھی یا بت مذہب تھا یا مشرک تھے جو بھی تھے چین میں آیا ہے تو وہاں بھی دوسرے مذاہب والے تھے بلکہ چین میں مساجد آباد ہیں وہاں نماز جماعت سے ہوتی ہے مسجدیں بھری ہوئی ہیں وہاں انقلاب نے یہ اثر نہیں کیا۔ اس کے بعد ذرا حد پار کریں دریا کی تو افغانستان تک وہاں نہیں آسکا اور ......اُدھر آذر بائیجان وغیرہ کی طرف جنوب میں دیکھیں تو ایران لگتا ہے ایران میں بھی نہیں آسکے۔ کسی علاقے میں جہاں اسلام تھا کمیونزم نہیں آیا کیونکہ کمیونزم جو فوائد پہنچاتا ہے وہ اسلام میں ایک غریب کو حاصل رہتے ہیں۔ اسلام میں درمیانی طبقہ بہت ہوتا ہے بالکل غریب طبقہ بہت کم ہوتا ہے اور جب تک بالکل غریب طبقہ کی کثرت نہ ہو تو یہ کمیونسٹ انقلاب نہیں آسکتا اور غریب طبقہ کی کثرت یہاں نہیں ہوتی۔ یوں سمجھیے کہ پہلے زمانے میں دو حکومتیں تھیں کسریٰ اور روم کی بہت بڑی بڑی جیسے آج امریکہ اور روس ہے، اسلام آیا پھیلتا چلا گیا یہ سب ختم ہو گئیں۔

اسلام تیرہ سو سال سپر پاور رہا :

اور اسلام ایسے چھایا کہ تیرہ سو سال تک اسلام ایک سپر پاور رہا۔ اُس کے مقابلے میں کوئی دوسری سپر پاور نہیں تھی حتیٰ کہ ۱۹۱۴ء کا دور آتا ہے اس دور میں آکر برطانیہ اور دوسروں نے مل کر ترکی کی حکومت کو ختم کیا ہے ورنہ یہ سارے علاقے ترکی تک بہت بڑی حکومت تھی ترکی کی۔ کمزور ہوتی چلی جارہی تھی پہلے سے، ۱۹۱۴ء میں ختم ہو گئی لیکن تھی سب سے بڑی پاور اور کمزور جو کیا وہ ایک دو نے نہیں پورے یورپ کی آٹھ دس حکومتوں نے مل کر یہ سازش کی تھی تو پھر ایسے ہوا ہے کہ برطانیہ کی حکومت میں گویا سورج غروب نہیں ہوتا تھا پھر برطانیہ ایک سپر پاور ہو گیا۔ سب سے بڑی طاقت بن گیا۔

سب سے طویل عرصہ اسلام سپر پاور رہا :

لیکن اندازہ کیجیے ۱۹۱۴ء میں یعنی سوا تیرہ سو سال تک فقط مسلمان جو ہیں وہ سپر پاور تھے ان کے مقابلے میں کوئی دوسری طاقت نہیں تھی کہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے ایسا نہیں تھا۔ اگر ان کے ہاں عدل نہ ہوتا عدلیہ کام کی نہ ہوتی تو ظلم ہوتا اقتصادیات ناکارہ ہوں نظام صحیح نہ ہو تو غربت افلاس اور طرح طرح کی خرابیاں آئیں گی تو انقلاب آجائے گا حکومت ختم ہو جائے گی۔ معلوم ہوا کہ اسلام کے دونوں نظام بڑے عمدہ ہیں اقتصادی بھی اور عدلیہ کا نظام بھی۔ آقائے نامدار ﷺ

نے ارشاد فرمایا کہ جسے کچھ بھی میسر ہے کچھ بھی کھلا رہا ہے گویا ایک غریب آدمی کو بھی عادت ڈلوائی ہے کہ خرچ کرو اگر کوئی کہتا ہے کہ جناب میرے پاس کل ایک روپیہ ہے تو اسے بھی کہا جائے گا کہ تو دس کا سکہ دے پانچ کا سکہ دے یہ خیال نہ کر کہ میں تھوڑا دے رہا ہوں یہ اُمید رکھ کہ اللہ کے ہاں قبول ہو جائے گا بس نیت صحیح رکھ۔ آگے فرمایا **من اشبع صائما سقاہ اللّٰہ من حوضی شربۃ لا یظمأ حتی یدخل الجنۃ**. جو آدمی کسی کو پیٹ بھر کر کھلا دے تو خاص بات یہ ہوگی کہ میرے حوض سے اُسے ملے گا پینے کے لیے اور اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی حتی کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا تو آقائے نامدار ﷺ نے دنیا میں رہنا سہنا بھی بتایا اور آخرت کا اجر بھی بتایا بلکہ توجہ آخرت ہی کی طرف رکھنی بتائی دنیا کو کام کی جگہ بتایا کہ کام کرو تیاری کرو آخرت کی تیاری نظر اُس کی طرف رکھو یہ جیسے بھی ہو گزر ہی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا اور فضل سے نوازے آمین۔

عُمدہ اور فینسی جِلد سازی کا عظیم مرکز
NBB
نفیس بُک بائنڈرز
ہمارے یہاں ڈائی دار اور لیمینیشن والی جِلد بنانے کا کام انتہائی معیاری طور پر کیا جاتا ہے
نیز قرآن مجید کی اعلیٰ قسم کی بکس والی جِلد بھی خوبصورت انداز میں بنائی جاتی ہے
مُناسب نرخ پر معیاری جِلد سازی کے لئے رجوع فرمائیں
۱۶۔ ٹیپ روڈ نزد گھوڑا ہسپتال لاہور
فون 7322408

ولانا محمد حنیف جالندھری صاحب
ظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اجلاس مجلس عاملہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

منعقدہ ۲۷ر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۹ر جون ۲۰۰۲ء بروز اتوار، ۱۰ بجے دن

بمقام مرکزی دفتر ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' گارڈن ٹاؤن ملتان

کے اہم فیصلے

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۷ر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۹ر جون ۲۰۰۲ء بروز وار، ۱۰ بجے صبح مرکزی دفتر ''وفاق'' گارڈن ٹاؤن ملتان میں صدر الوفاق شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب امت برکاتہم کی صدارت میں منعقد ہوا۔

اجلاس میں درج ذیل اراکین نے شرکت کی :

(۱) شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب	(صدر)	کراچی
(۲) حضرت مولانا محمد حسن جان صاحب	(نائب صدر)	پشاور
(۳) حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب		کراچی
(۴) حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق صاحب		کراچی
(۵) حضرت مولانا قاضی محمود الحسن اشرف صاحب		مظفر آباد
(۶) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب		مانسہرہ
(۷) حضرت مولانا مشرف علی تھانوی صاحب		لاہور
(۸) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب		کہروڑپکا
(۹) حضرت مولانا عبدالمجید صاحب		چوک سرور شہید ضلع مظفر گڑھ
(۱۰) حضرت مولانا محمد اکمل جتوئی صاحب		نواب شاہ، سندھ
(۱۱) حضرت مولانا مفتی خالد صاحب		ہالا، سندھ
(۱۲) حضرت مولانا مفتی غلام قادر صاحب		خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاولپور
(۱۳) حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب		حیدر آباد، سندھ
(۱۴) حضرت مولانا سیّد نصیب علی شاہ صاحب		بنوں، سرحد

(۱۵) حضرت مولانا محمد انور صاحب　　کبیر والا، ضلع خانیوال

(۱۶) حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب　　ملتان

(۱۷) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب　　کنڈیارو نوشہرہ فیروز

(۱۸) حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب　　کرخ، خضدار (بلوچستان)

اجلاس کا آغاز حضرت مولانا مشرف علی تھانوی زید مجدہم کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔

(۱) توثیق کارروائی اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ یکم ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ :

ایجنڈا کے مطابق ناظم اعلیٰ وفاق حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہم نے مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ یکم ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۶رجنوری ۲۰۰۲ء کی کارروائی برائے توثیق پیش کی، جس کی تمام شرکاء اجلاس نے توثیق فرمائی۔

(۲) متوسطہ کے امتحان میں سائنس، ریاضی اور انگلش کے پرچوں کی تفصیل :

مجلس عاملہ نے بحث وتمحیص کے بعد متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ ۱۴۲۳ھ میں متوسطہ کے امتحان میں سائنس اور انگلش کا پرچہ لازمی مضمون کی حیثیت سے ہوگا اور سائنس اور ریاضی کا مشترکہ پرچہ امتحانات کے پہلے دن یعنی ہفتہ کے روز ہوگا۔ ہر ایک پرچہ میں چھ چھ سوالات ہوں گے۔ دورانیہ حسب سابق ہوگا۔

(۳) قدیم فضلاء کا امتحان :

قدیم فضلاء کے امتحان کے مسئلہ پر کافی غور وخوض کے بعد متفقہ طور پر طے پایا کہ ۱۴۱۵ھ یا اس سے پہلے کے فضلاء کے لیے ۴راگست ۲۰۰۲ء بروز اتوار مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان ہوگا اور سوالیہ پرچہ صحاح ستہ سمیت شہادۃ العالمیہ کی تما کتب پر مشتمل ہوگا تاہم حسب سابق ایک پرچہ ہوگا۔

شرائط داخلہ درج ذیل ہیں :

(۱) اُمیدوار جس مدرسہ کا فارغ التحصیل ہو وہ ''وفاق'' سے ملحق ہو اور ''وفاق کے ریکارڈ میں نیک نامی رکھتا ہو۔

(۲) مدرسہ کے ریکارڈ کے مطابق سند صحیح ہو اور دورۂ حدیث شریف کی باقاعدہ تعلیم اور امتحان کے بعد جاری کی گئی ہو۔

(۳) اس سند کے صحیح ہونے کی تصدیق متعلقہ مدرسہ کے مہتمم، شیخ الحدیث، صدر مدرس یا ناظم تعلیمات نے کی ہو۔ نیز اس کی تصدیق علاقائی رکن عاملہ یا مسئول بھی کریں۔

(۴) داخلہ فیس -/۲۰۰۰ روپے ناقابل واپسی ہوگی اور فارم داخلہ کے ساتھ جمع کرانا لازمی ہوگی۔

(۵) درخواست داخلہ مرکزی دفتر ''وفاق'' کے پتہ پر بھیجی جائے۔

(٦) داخلہ کی آخری تاریخ ۲۰ رجولائی ۲۰۰۲ء ہوگی۔

واضح رہے کہ اگر قدیم فاضل کا تعلق کسی غیر ملحق مدرسہ سے ہے تو اس مدرسہ کے لیے اُمیدوار کی درخواست بھجوانے سے قبل ''وفاق'' کے ساتھ اپنا الحاق منظور کروانا لازمی ہے۔

(۴) قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا خیر مقدم :

اجلاس میں صدر مملکت کی جانب سے دوٹوک الفاظ میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے کا خیر مقدم کیا گیا یہ اعلان انہوں نے قومی سیرت کانفرنس منعقدہ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ اسلام آباد میں حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری صاحب ناظم اعلیٰ ''وفاق'' کے ایک سوال کے بعد کیا۔ بعدازاں صدر مملکت نے مولانا کے مطالبہ پر ووٹرز فارم پر ختم نبوۃ کے اقرار پر مشتمل حلف نامہ کی بحالی پر بھی غور کا وعدہ کیا بعدازاں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی دعوت پر منعقدہ ''آل پارٹیز کانفرنس'' کے متفقہ مطالبہ کو حکومت نے تسلیم کرتے ہوئے ووٹر فارم پر ''ختم نبوت'' کے اقرار پر مشتمل حلف نامہ کی بحالی کا اعلان کیا، اجلاس میں اس کی تحسین کی گئی۔ تاہم اس سلسلہ میں باضابطہ نوٹیفکیشن جاری کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور اس بات پر تشویش کا اظہار کیا گیا کہ صدر مملکت کے اعلان کو تقریباً ایک ماہ ہونے والا ہے مگر تاحال ووٹر فارم پر ختم نبوۃ سے متعلق حلف نامہ بحال کرنے کا نوٹیفکیشن جاری نہیں کیا گیا۔

(۵) سود سے متعلق حکومتی موقف کی مذمت :

اجلاس میں اس بات پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا کہ حکومت آئین پاکستان کے علی الرغم ملک میں سودی نظام معیشت کو برقرار رکھنے پر مصر ہے جبکہ آئین میں اس کی واضح طور پر تصریح ہے کہ قرآن وسنت کے منافی قوانین ختم کردیئے جائیں گے۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ مجریہ ۱۵ رجون ۲۰۰۱ء کے مطابق ۳۰ رجون ۲۰۰۲ء تک تمام سودی کاروبار خلاف قانون قرار دیئے جائیں، شرکاء اجلاس نے اسلامی نظام معیشت پر ماہرانہ دسترس رکھنے والے ممتاز عالم دین اور سود کے خلاف تاریخی فیصلہ دینے والے جج جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم کو اُن کے منصب سے سبکدوش کیے جانے کی پرزور مذمت کی، اُنہیں بلاتاخیر ان کے منصب پر بحال کرنے کا مطالبہ کیا اور حکومت وقت پر زور دیا کہ وہ ظالمانہ سودی نظام برقرار رکھ کر قوم کو اسلامی نظام معیشت کی برکات سے محروم نہ کرے۔

(٦) مدارس میں بے جا مداخلت کی مذمت :

اجلاس میں مختلف دینی مدارس بالخصوص قبائلی علاقوں اور صوبہ سرحد کے بعض مدارس میں ملکی وغیر ملکی ایجنسیوں کی مداخلت، مدارس پر چھاپوں اور علماء وطلبا کو ہراساں کرنے کی شدید مذمت کی گئی اور اس اقدام کو غیر آئینی، غیر قانونی اور غیر

اخلاقی قرار دیتے ہوئے ملک کو غیر مستحکم کرنے اور دینی مدارس کو بدنام کرنے کی سازش اور کوشش قرار دیا گیا۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ اس اہانت آمیز سلسلہ کو فوراً بند کیا جائے اور ذمہ دار افراد کے خلاف کارروائی کی جائے ، اگر حکومت کو کسی مدرسہ کے بارے میں شکایت یا معلومات درکار ہوں تو وہ ''وفاق المدارس العربیہ پاکستان'' سے رابطہ کرے۔

(۷) جیّد علماء کی رحلت پر قرارداد تعزیت و دُعائے مغفرت :

اجلاس میں جمعیۃ علماء اسلام کے سر پرست حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان رحمۃ اللہ علیہ ، ناظم اعلیٰ ''وفاق'' مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کے والد نسبتی حضرت مولانا سعید الرحمٰن انوریؒ ، دارالعلوم کراچی کے سابق استاذ حدیث و مفتی حضرت مولانا عاشق الٰہی البرنیؒ ، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ ، حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ ، مولانا مفتی عبدالقدوس صاحبؒ (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) ، مولانا زبیر احمد صاحب مہتمم جامعہ مدنیہ (بہاولپور) اور مولانا محمد انور صاحب مہتمم دارالعلوم کبیر والا کی والدہ ماجدہ کی رحلت پر اظہار غم کرتے ہوئے تمام مرحومین کے لیے دُعائے مغفرت کی گئی اور جید علماء کی رحلت کو دینی حلقوں کے لیے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا گیا۔

(مولانا) محمد حنیف جالندھری
ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان
۴؍ ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ/ ۱۶؍ جون ۲۰۰۲ء

☆

وفاق المدارس کی جانب سے قدیم فضلا کے لیے اہم اعلان

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۷؍ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ مطابق ۹؍ جون ۲۰۰۲ء بمقام مرکزی دفتر وفاق المدارس ملتان میں قدیم فضلاء کے امتحان کے سلسلہ میں متفقہ طور پر طے پایا کہ ۱۴۱۵ھ یا اس سے پہلے کے فضلاء کے لیے ۴؍ اگست ۲۰۰۲ء بروز اتوار مرکزی دفتر وفاق المدارس میں امتحان ہوگا اور سوالیہ پرچہ صحاح ستہ سمیت شھادۃ العالمیہ کی تمام کتب پر مشتمل ہوگا ، تاہم حسب سابق ایک پرچہ ہوگا۔

شرائط داخلہ درج ذیل ہیں :

(۱) اُمیدوار جس مدرسہ کا فارغ التحصیل ہو وہ ''وفاق'' سے ملحق ہو اور ''وفاق'' کے ریکارڈ میں نیک نامی رکھتا ہو۔

(۲) مدرسہ کے ریکارڈ کے مطابق سند صحیح ہو اور دورۂ حدیث شریف کی باقاعدہ تعلیم اور امتحان کے بعد جاری کی گئی ہو۔

(۳) اس سند کے صحیح ہونے کی تصدیق متعلقہ مدرسہ کے مہتمم، شیخ الحدیث، صدر مدرس یا ناظم تعلیمات نے کی ہو۔ نیز اس کی تصدیق علاقائی رکن عاملہ یا مسئول بھی کریں۔

(۴) داخلہ فیس -/۲۰۰۰ روپے ناقابل واپسی ہوگی اور فارم داخلہ کے ساتھ جمع کرانا لازمی ہوگی۔

(۵) درخواست داخلہ مرکزی دفتر ''وفاق'' کے پتہ پر بھیجی جائے۔

(۶) داخلہ کی آخری تاریخ ۲۰؍جولائی ۲۰۰۲ء ہوگی۔

واضح رہے کہ اگر قدیم فاضل کا تعلق کسی غیر ملحق مدرسہ سے ہے تو اس مدرسہ کے لیے اُمیدوار کی درخواست بھجوانے سے قبل ''وفاق'' کے ساتھ اپنا الحاق منظور کروانا لازمی ہے۔

(مولانا) محمد حنیف جالندھری

ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۳ھ/ ۱۵؍جون ۲۰۰۲ء

شرعی اصول کے مطابق سونے کے زیورات بنانے کا قابلِ اعتماد ادارہ

دلشاد گولڈ سمتھ

ہمارے یہاں سونے کی فینسی اور جدید ڈیزائن کے مطابق چوڑیاں تیار کی جاتی ہیں۔
نیز آرڈر پر عروسی زیورات منفرد اور جدید ڈیزائن میں فیکٹری ریٹ پر بنائے جاتے ہیں

پروپرائٹر:۔ شیخ فیروز الدین۔ محمد اعزاز

محمد گولڈ سنٹر عقب سنگھار سنٹر فسٹ فلور دھوبی منڈی پرانی انارکلی لاہور فون: 7240181

مولانا زاہد الراشدی صاحب

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحبؒ کی یاد میں

مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبید اللہ انورؒ اور مولانا عبدالحقؒ کے رفیق خاص بھی چل بسے۔

خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ بھی ہم سے رخصت ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ کافی عرصہ سے بیمار تھے شوگر کے ساتھ ساتھ دل اور دمہ کی تکلیف بھی تھی اور کم وبیش ستر برس عمر پا کر وہ دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ ان کا تعلق ہزارہ کے علاقہ ہری پور سے تھا۔ اور انہوں نے اس دور میں لاہور میں خطابت کا آغاز کیا جب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری حیات تھے اور انہیں حضرت احمد علی لاہوری کی بھرپور شفقت اور رہنمائی میسر تھی۔ مولانا محمد اجمل خان کا شمار اپنے دور کے بڑے خطیبوں میں ہوتا تھا اور انہیں خطیب اسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ خطیب اسلام کا لقب سب سے پہلے تاریخ میں حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ کے لیے استعمال ہوا تھا جو جناب نبی اکرم ﷺ کے نمائندہ خطیب کی حیثیت سے مختلف محافل میں شریک ہوا کرتے تھے انہیں خطیب الانصار اور خطیب رسول کریم ﷺ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا اور سب سے پہلے انہی کو خطیب الاسلام کا لقب ملا۔ اس کے بعد ہر دور میں متعدد بڑے خطباء کو اس لقب سے یاد کیا جاتا رہا اور گزشتہ نصف صدی کے دوران پاکستان میں اس لقب کے ساتھ سب سے زیادہ معروف ہونے والے بزرگ مولانا محمد اجمل خان تھے۔ ان کی خطابت میں جوش وجذبہ کے ساتھ ساتھ وافر معلومات اور علمی نکات بھی ہوتے تھے۔ مسلم شریف کی روایت کے مطابق حضرت جابر بن عبداللہؓ جناب نبی اکرم ﷺ کی خطابت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ جب خطاب فرماتے تو آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ سخت غصے کی کیفیت میں نظر آتے تھے اور آنکھیں سرخ ہو جایا کرتی تھی۔ مولانا محمد اجمل خان کی خطابت میں بھی اکثر اوقات اسی کیفیت کی جھلک نظر آیا کرتی تھی۔

جوانی کے دور میں پھیپھڑوں کے پورے زور کے ساتھ تین تین چار چار گھنٹے مسلسل بولتے چلے جاتے تھے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے ایک بار میرے سامنے مولانا اجمل خان کو خبر دار کیا کہ اتنے زور سے مت بولا کرو اور اتنی لمبی تقریر نہ کیا کرو، بڑھاپے میں تنگ ہو گے اور پھیپھڑے جواب دے جائیں گے۔ مگر جوانی کے جوش اور حق گوئی کے جذبے میں مولانا محمد اجمل خان اس خطرے کو پوری طرح محسوس نہ کر سکے اور ان کا انداز خطابت جوش وجذبے کی پوری جولانیوں کے ساتھ مسلسل جاری رہا۔

مولانا محمد اجمل خان ساری زندگی جمعیت علمائے اسلام میں رہے۔ وہ جمعیت کے مختلف عہدوں پر فائز رہے

اور وفات کے وقت انہیں جمعیت کے سرپرست اعلی اور بزرگ رہنما کا مقام حاصل تھا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے بعد انہوں نے حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود اور حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کی رفاقت میں سالہا سال تک کام کیا اور دینی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اور مختلف اضلاع میں داخلہ کی پابندیوں اور زبان بندیوں کے ایک طویل سلسلہ کا ہدف بھی رہے۔ عام اجتماعات میں ان کی تقاریر یکساں نوعیت کی ہوتی تھی۔ لیکن جب انہیں کسی متعین موضوع پر بولنے کے لیے کہا جاتا یا علماء اور کارکنوں کی کوئی خصوصی نشست ہوتی تو ان کا انداز مختلف ہو جاتا تھا اور وہ معلومات کا ایسا انبار لگا دیتے کہ سننے والوں کے لیے ان معلومات کو سمیٹنا مشکل ہو جاتا۔

مولانا اجمل خان کے ساتھ میرا تعلق کم و بیش تیس برس سے تھا۔ وہ میرے مشفق اور دعا گو بزرگ تھے۔ ہمیشہ شفقت اور دعاؤں سے نوازتے، جماعتی کاموں میں سرپرستی فرماتے۔ اور مجھے ان کے ساتھ ایک کارکن کے طور پر کوئی خدمت سرانجام دے کر دلی خوشی میسر آتی۔

مجھے ان کی تین باتوں نے سب سے زیادہ متاثر کیا ایک ان کا مطالعہ اور وسعت معلومات کہ وہ مسلسل اور بہت زیادہ مطالعہ کرنے والے خطیب تھے۔ ان کے عمومی خطابات سننے والوں کو اس کا پوری طرح سے اندازہ نہیں ہو سکتا لیکن خصوصی مجالس اور علمی نشستوں میں ان کے بیانات سننے والے جانتے ہیں کہ معلومات، علمی نکات اور مطالعہ میں انہیں اپنے معاصر خطباء پر فوقیت حاصل تھی۔ ہمارے دور میں عوامی خطباء میں مطالعہ، تحقیق اور صحیح معلومات تک رسائی کا ذوق بہت کم ہے جو بدقسمتی سے مزید کم ہوتا جا رہا ہے مگر حضرت مولانا اجمل خان کا ذوق اس معاملہ میں بلند تھا اور میں اس حوالے سے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی، خطیبِ پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی اور خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے ساتھ اسی صف میں حضرت مولانا محمد اجمل خان کو بھی شمار کرتا ہوں۔

دوسری بات ان کی نیکی اور تقوی تھا۔ وہ مزاج کی بعض نزاکتوں کے باوجود قناعت پسند بزرگ تھے ان کے پیش نظر ہمیشہ دین و جماعتی ترجیحات رہیں اور انہوں نے خطابت کے اس اعلی مقام کو بھی دنیاوی مفادات کے حصول کا ذریعہ نہیں بنایا یہی وجہ ہے کہ کم و بیش چار عشروں تک خطابت کی دنیا میں حکمرانی کرنے کے بعد بھی ان کا جنازہ مسجد کے مکان سے اُٹھا وہ شب زندہ دار تھے اور صرف سٹیج کے نہیں بلکہ مصلی اور ذکر و فکر کی دنیا کے بھی بزرگ تھے۔

تیسری بات ان کی حمیت و غیرت ہے وہ دینی شعائر اور اپنے بزرگوں کے حوالے سے سخت غیور تھے۔ شعائر دینی اور اپنے بزرگوں کی ادنیٰ سی بے حرمتی بھی برداشت نہیں کر پاتے تھے اور ایسے وقت میں ان کا غصہ اور جوش قابل دید ہوتا تھا۔

بھٹو حکومت کے خلاف پاکستان قومی اتحاد کی تحریک کا دور تھا لاہور میں مارشل لاء نافذ تھا اور پاکستان قومی اتحاد

بزرگانِ دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

حقانیہ بک بائنڈنگ ہاؤس

اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار

قیمتی وقت کے ضیاع سے بچیں

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی

مسودہ دے کر کتاب مکمل کروانے کا بندوبست

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ

ہجویری پارک 3/10- ریٹی گن روڈ لاہور۔ فون رہائش: 7662588- فون: 7355447 موبائل: 4835144-0320

بزرگانِ دین کی زیر سرپرستی اعلیٰ، عمدہ، فینسی جلد سازی کا عظیم الشان مرکز

مدنی بک بائنڈنگ ہاؤس

جدید ٹیکنالوجی کا شاہکار　اعلیٰ، دیدہ زیب، نفیس بائینڈنگ

برصغیر کا عظیم اور قدیم جلد ساز ادارہ

ہر قسم کی جلد مثلاً لیمینیشن، ڈائی دار، بکس والی خوبصورت جلد کے لئے تشریف لائیں

بازار سے بارعایت اور معیاری جلد سازی

زیر سرپرستی: حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب مدظلہ

43- بابا فرید روڈ نزد بریڈے ہال، فون: 7238252

کی مرکزی جنرل کونسل پی این اے ہاؤس میں اپنا اجلاس منعقد کرنے پر مارشل لاء کی خلاف ورزی کے الزام میں گرفتار ہو گئی تھی۔ ان میں میاں محمود علی قصوری مرحوم، اقبال احمد خان مرحوم، ملک محمد اکبر ساقی مرحوم، جناب محمد اسلم سلیمی، محمد اکبر فرید پراچہ اور پچاس سے زائد دیگر رہنماؤں کے علاوہ مولانا اجمل خان موحوم اور راقم الحروف بھی تھے۔ کیمپ جیل لاہور میں آرمی ایکٹ کے تحت کورٹ قائم ہوئی جس میں کرنل نصیر احمد ہمارے مقدمہ کی سماعت کرتے تھے۔ مقدمہ کی سماعت کے دوران ایک پولیس افسر نے گواہی دیتے ہوئے تھانہ کے روزنامچہ کے بارے میں یہ جملہ کہہ دیا کہ ہمارے لیے تو یہ قرآن پاک کی طرح ہے۔ یہ جملہ سنتے ہی مولانا محمد اجمل خانؒ بے تابی سے اپنی نشست پر کھڑے ہوگئے اور عدالت سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس پولیس افسر نے قرآن کی توہین کی ہے اس کو روکا جائے اور اس کے خلاف کارروائی کی جائے۔ کرنل نصیر احمد نے بہت توجہ دلانے کی کوشش کی کہ آپ عدالت میں کھڑے ہیں مگر مولانا اجمل خانؒ کے جوش وجذبہ میں کوئی کمی نہیں آرہی تھی۔ وہ بدستور کھڑے رہے اور پکارتے رہے کہ اس پولیس افسر کے خلاف کارروائی کے بغیر وہ نہیں بیٹھیں گے اور عدالت کا معاملہ آگے نہیں چلے گا۔ تھوڑی دیر میں عدالت جلسہ گاہ کی صورت اختیار کر چکی تھی۔ مولانا محمد اجمل خانؒ نے عظمت قرآن کریم پر چند جملے اس انداز میں کہے کہ عدالت میں کہرام مچ گیا، رونے اور سسکیوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ کچھ نوجوانوں نے جذبات سے مغلوب ہو کر دیواروں سے سر ٹکرانا شروع کر دیا جس پر کرنل موصوف کو مذکورہ افسر کے خلاف کارروائی کے وعدے کے ساتھ عدالت فوری طور پر برخاست کرنا پڑی اور اس کے بعد عدالتی کارروائی آگے نہ چل سکی۔ اس کے ایک دو روز بعد لاہور ہائی کورٹ نے مارشل لاء کو خلاف دستور قرار دے کر ہم سب کی رہائی کا حکم دے دیا تھا۔

دوسرا واقعہ بھی پاکستان قومی اتحاد کے حوالے سے ہے۔ قومی اتحاد کی جنرل کونسل میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے ساتھ اکثر حضرت مولانا عبیداللہ انور اور حضرت مولانا محمد اجمل خان جایا کرتے تھے۔ مولانا مفتی محمود قومی اتحاد کے سربراہ تھے اور ایک اجلاس میں بزرگ مسلم لیگی رہنما خواجہ محمد صفدر مرحوم نے مفتی صاحب کے کسی بیان پر اعتراض کیا اور کہا کہ پالیسی سے متعلقہ معاملات پر بیان دینے سے پہلے مفتی صاحب کو ہمیں یعنی پاکستان قومی اتحاد میں شریک دوسری جماعتوں کو اعتماد میں لینا چاہیے۔ خواجہ صاحب مرحوم کا موقف اصولاً درست تھا مگر لہجہ کچھ تلخ ہو گیا خواجہ صاحب خود بھی مسلم لیگ کے سینئر رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے اور مفتی صاحبؒ کے معاصرین میں سے تھے اس لیے انھوں نے شائد اس کو اپنا حق سمجھتے ہوئے لہجے میں تلخی کا عنصر کچھ زیادہ ہی شامل کر لیا جسے مولانا محمد اجملؒ برداشت نہ کر سکے وہ فوراً کھڑے ہو گئے اور خواجہ صاحب سے مخاطب ہو کر کہا آپ صرف ایک سیاسی رہنما سے بات نہیں کر رہے بلکہ جس سے مخاطب ہیں وہ بزرگ عالم دین بلند پایہ مفتی اور وقت کے محدث بھی ہیں اس لیے محتاط ہو کر گفتگو کریں۔ خواجہ صاحب نے بہت صفائی پیش کرنا چاہی۔ ایک سیاسی لیڈر کی حیثیت سے مفتی صاحب کے بیان کا نوٹس لینا اور تنقید کرنا ہمارا حق ہے مگر مولانا محمد اجمل خان

(باقی صفحہ ۵۳)

قسط : ۱

فرقہ واریت کیا ہے؟ کیوں ہے؟ اورسد باب کیا ہے؟

☆

حضرت مولانا منیر احمد صاحب
استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

علماء دین کو بدنام کرنے ، بے وقعت بنانے اوران کے بارے عوام الناس میں نفرت پیدا کرنے کے لیے دین اور علم دین سے بیزار انحرافی طبقہ کی طرف سے مختلف ادوار میں جومختلف انداز اختیار کیے جاتے رہے ہیں ان میں سے مؤثر ترین ہتھیار ان کے نزدیک "فرقہ واریت کا پروپیگنڈہ" ہے۔ چنانچہ علماء اسلام کے متعلق یہ زبان درازی اور طعنہ بازی عام ہے کہ علماء فرقہ پرست ہوتے ہیں۔ علماء کا کام فرقہ واریت ،فرقہ پرستی اور مذہب کے نام پر مسلمانوں کو آپس میں لڑانا اور لڑا کر مختلف گروہوں میں تقسیم کرنا ہے ،وہ قوم میں بجائے محبت کے نفرت پیدا کرتے ہیں ۔حال میں علماء اسلام اور مدارس اسلامیہ کی کردارکشی نیز عوام الناس کو علماء سے متنفر کرنے کے لیے باقاعدہ حکومت کی سرپرستی میں تقریر وتحریر اور ریڈیو وٹی وی کے ذریعے ایک مہم شروع ہے۔اس کے ساتھ ساتھ عوام کو خوش کرنے اورعوام کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے حکومت اپنی پوری قوت کے ساتھ سختی سے فرقہ واریت ختم کر کے قوم کو متحد کرنے کی نوید بھی سنا رہی ہے۔ان حالات میں بہت مناسب ہے کہ فرقہ واریت کی حقیقت ،فرقہ واریت کے اسباب اور فرقہ واریت کے سد باب کے عنوان پر کچھ گزارشات ومعروضات برادران اسلام کے گوش گزار کی جائیں۔

دین اسلام :

احکام شرعیہ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) احکام اعتقادیہ مثلاً وجوداللہ ،توحید الٰہی ،نبوت، ختم نبوت ،قیامت ،صداقت قرآن ،عدالت صحابہ ،صحابہ کرام کا معیار حق ہونا ،اجماع وقیاس شرعی کا حجت شرعیہ ہونا ،نزول عیسیٰؑ وغیرہ۔

(۲) احکام عملیہ یعنی انفرادی واجتماعی ،ذاتی وقومی بلکہ بین الاقوامی عملی زندگی کے متعلق اسلام کے احکامات مثلاً نماز ،روزہ ،حج ،زکوۃ ،نکاح وطلاق ،تجارت ،شرکت ومضاربت اجارہ ،اعارہ ،وکالت ،حلال وحرام ،جہاد ،امارت

اسلامیہ، میراث وغیرہ۔ غرضیکہ عبادات، معاملات، حقوق اللہ، حقوق العباد اور نظام حکومت کے تمام شعبہ جات کے متعلق اسلام کے تفصیلی احکامات جن کو عملاً اختیار کیا جاتا ہے۔

(۳) احکام اخلاقیہ مثلاً سخاوت، وشرافت، شجاعت، تواضع وغیرہ۔

انہی تین قسم کے احکام اسلام کے مجموعہ کا نام دین اسلام ہے جس کو اللہ تعالی نے دیناً قیماً اور دین فطرت فرمایا ہے اسی کے متعلق فرمایا ان الدین عند اللّٰہ الا سلام (بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے) اسی کے متعلق فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا** (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا) اور اسی دین اسلام کے متعلق فرمایا **ھو الذی ارسل رسولہ با لھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ** (اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور قبر میں اسی دین کے متعلق سوال ہوگا **مـــا دینـــک** ؟ تیرا دین کیا ہے؟ پس جس نے سچے دل سے اللہ کے اس پسندیدہ دین کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہوگا اور دنیا کے دوسرے نظاموں پر اس نظام رحمت کی برتری و بالادستی کا عقیدہ رکھا ہوگا وہی جواب دے سکے گا "**دینی الاسلام**" میرا دین اسلام ہے۔

تدوین دین :

قرآن کریم پہلے کتابی شکل میں مدون نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے مشورہ سے خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت کے دوران قرآن مقدس کو کتابی شکل میں جمع کرایا۔ یہ جمع شدہ نسخہ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطابؓ کے پاس محفوظ رہا تا آنکہ حضرت عثمانؓ نے حضرت حذیفہؓ و دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورہ سے قرآن کریم کو لغتِ قریش میں جمع کیا اور اس لغتِ قریش والے مصحف قرآنی کے متعدد نسخے تیار کرا کے پوری اسلامی سلطنت میں اس کو عام کیا پھر خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ کے دور میں قرآن کریم پر اعراب اور نقطے لگائے گئے۔ ازاں بعد مزید آسانی کی خاطر قرآن کریم وقف کے رموز وعلامات کے نشانات وغیرہ لگائے گئے۔ اسی طرح عہد نبوت صحابہ میں زیادہ تر حفاظتِ حدیث کا دارومدار حفظِ حدیث پر تھا اور کتابی سطور کے بجائے انسانی صدور کے ذریعے تھا اگر چہ بعض اصحاب رسول اللہ ﷺ اور بعض تابعین کے پاس کچھ حدیثوں کے نوشتے تھے لیکن بہت مختصر اور محدود، جب قوت حافظ میں کمی کا خوف ہوا تو اللہ تعالی نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دل میں احادیث رسول اللہ ﷺ کے منتشر ذخیرہ کو یکجا جمع کرنے کا داعیہ پیدا کر دیا چنانچہ انہوں نے اپنی خلافت کے دوران استاذ الکل محمد بن مسلم بن شہاب الزہریؒ اور ابو

بکر بن حزمؒ کے ذریعے احادیث کو جمع کرایا۔ اس جمع شدہ ذخیرہ حدیث پر محدثین حضرات نے مزید تحقیق وتسہیل کا کام کیا جس کے نتیجہ میں مختلف قسم کی کتب حدیث وجود میں آگئیں اور ہر قسم کا جدا نام رکھا گیا جیسے جامع سنن، مسند، معجم وغیرہ پس جس طرح قرآن وحدیث پہلے مدون نہ تھا بعد میں مختلف ادوار میں مرحلہ وار مدون کیے گئے اسی طرح احکام شرعیہ یعنی مسائل شرعیہ اور قرآن وحدیث کی توضیح وتشریح کا تعلیم وتعلم عہد نبوت، صحابہ اور اوائل تابعین میں زبانی طور پر تھا۔ سب سے پہلے الامام الاعظم، امام الائمہ، المحدث الفقیہ، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت (۸۰۔۱۵۰) نے قرآن وحدیث اور آثار صحابہ کے ذخیرہ میں منتشرہ احکام شرعیہ کو جمع کیا بلکہ ان احکام منصوصہ کی تہہ میں مستور کلیات کو تلاش کر کے ان کے ذریعے ممکنہ پیش آمدہ ہزاروں جزئیات کو پیشگی حل کر دیا چنانچہ اس وقت کی حل کردہ بعض جزئیات ایسی ہیں جو صدیوں کے بعد اب پیش آرہی ہیں تاہم ان کا حل پہلے سے موجود ہے یا کم از کم ان کے حل کرنے کے لیے اصول ونظائر موجود ہیں۔ نیز قرآن وحدیث میں عبارت النص، دلالۃ النص، اشارۃ النص، اقتضاء النص کے اسلوب میں بیان شدہ مسائل کا ادراک کر کے ان کو اجاگر کیا آپ نے اس عظیم کام میں یہ احتیاط برتی کہ احکام شریعت کو انفرادی طور پر جمع کرنے کے بجائے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چالیس جید وماہر ترین شاگردوں کی مجلس شوریٰ قائم کر کے شورائی طریقہ پر شریعت کے احکام منصوصہ وغیر منصوصہ کو جمع کرایا۔ چنانچہ محدثین وفقہاء حضرات نے اس حقیقت کو تسلیم کیا اور صاف لکھا **وابوحنیفة اول من دون علم الشريعة ورتبه ابو ابا، ثم تابعه مالک بن انس فی ترتیب المؤطا ولم یسبق ابا حنیفة احد لان الصحابة والتابعین لم یضعوا فی علم الشریعة ابوابا مبوبة ولا کتبامرتبة وانما کانو ا یعتمد ون علی قوة حفظهم فلما رأی ابوحنیفة العلم منتشرا وخاف علیه الضیاع دونه فجعله ابوابا وبدأ بالطهارة ثم بالصلاة ثم بسائر العبادات ثم المعاملات ثم ختم الکتاب بالمواریث، وانما بدأ بالطهارة والصلاة لانهما اهم العبادات، وانما ختم الکتاب بالمواریث لا نها آخر احوال الناس وهو اول من وضع کتاب الفرائض وکتاب الشروط** (تبییض الصحیفہ ص۱۱۶، عقود الجمان ص۱۸۴، مناقب موفق ص ۱۳۶ ج۲) امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا اور ابواب وار مرتب کیا پھر امام مالک بن انسؒ نے موطا کی ترتیب میں آپ کی موافقت کی امام ابوحنیفہ سے پہلے کسی نے بھی علم شریعت کو مدون نہیں کیا کیونکہ صحابہ کرامؓ اور تابعین حضرات نے علم شریعت کو نہ ابواب کی صورت میں مدون کیا نہ کتابوں کی شکل میں مرتب کیا وہ صرف اور صرف اپنی قوت حفظہ پر اعتماد کرتے تھے پس امام ابوحنیفہؒ نے جب دیکھا کہ علم منتشر ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے تو انہوں نے ابواب وار علم دین کو مدون کیا یعنی پہلے کتاب الطہارۃ پھر کتاب الصلوۃ، پھر تمام عبادات ازاں بعد معاملات پھر کتاب کو مسائل وراثت پر ختم کیا۔ طہارۃ وصلاۃ سے اس لیے آغاز کیا کہ نماز تمام عبادات میں سے اہم ترین عبادت ہے اور

مسائل وراثت پر اس وجہ سے ختم کیا کہ وہ انسان کے تمام احوال میں سے آخری حالت ہے نیز امام ابوحنیفہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کتاب الفرائض اور کتاب الشروط کو مدون کیا ہے پھر اس ابتدائی تدوین کے بعد مختلف ادوار میں اس پر مزید محنت ہوتی رہی اور ہر دور میں نئے پیش آمدہ مسائل کو امام اعظمؒ کے مقرر کردہ اصول اور حل شدہ فروع کی روشنی میں حل کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہا حتی کہ فقہ حنفی کی کتب میں حل شدہ شرعی مسائل کی تعداد قریبًا ساڑھے بارہ لاکھ ہے (مقدمہ البنائیہ) پھر اس تدوین کے سلسلہ نے مزید ترقی کی اس میں مزید وسعت پیدا ہوئی حتی کہ احکامات شرعیہ کی مذکورہ بالا تین قسموں کو بڑی تفصیل کے ساتھ علیحدہ علیحدہ جمع کیا گیا جس سے تین علوم شرعیہ وجود میں آگئے۔ احکامات شرعیہ اعتقادیہ کے حل شدہ مجموعہ کا نام ''علم الکلام''، احکامات شرعیہ عملیہ کے تشریحی مجموعہ کا نام ''علم الفقہ'' اور احکامات شرعیہ اخلاقیہ کی تفصیلات کا مجموعہ ''علم التصوف'' کے نام سے موسوم ہوا۔ سو اللہ تعالی کی تکوینی حکمت کے تحت دین کے سب احکامات ان تین علوم کی شکل میں پوری تفصیل کے ساتھ مدون ہو گئے، مدون ہو کر تقریر و تحریر، قلم و زبان، تعلیم و تعلم اور علم و عمل کے ذریعے نسل در نسل محفوظ رہے اور محفوظ رہ کر ہر پہلے طبقہ سے بعد والے طبقہ کی طرف منتقل ہوتے رہے اور ان شاء اللہ العزیز قلت و کثرت کے تفاوت کے ساتھ یہ مبارک سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا اور اللہ تعالی دین اور خدام دین کی حفاظت فرماتے رہیں گے۔ ان تنصروا اللّٰہ ینصر کم اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔

فرقہ واریت کیا ہے؟ اور کیوں ہے؟

پس جیسے قرآن کریم عہد نبوت میں مدون نہ ہوا تھا بلکہ اس کی تدوین کا آغاز عہد صدیقی میں ہوا پھر مختلف تدوینی مراحل سے گزر کر موجودہ صورت پر پختہ ہوا اور قرآن کریم کے ان مختلف تدوینی ادوار کے نتیجہ میں مختلف علوم قرآن وجود میں آگئے۔ اگرچہ قرآن کریم کی تدوین بعد میں ہوئی لیکن پوری امت مسلمہ کا پختہ ایمان ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا اس میں ذرا برابر تبدیلی نہیں آئی۔ تدوین قرآن کا مؤخر ہونا قرآن کو مشکوک نہیں بناتا بلکہ اس سے قرآن کریم کی صداقت میں کوئی ادنی شک و شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے ملت اسلامیہ نے عہد صحابہ و عہد تابعین کے مدون شدہ قرآن کو بلا چون و چرا تسلیم کیا ہے اور اس سے انحراف ہی نہیں کیا بلکہ اس میں تردد و تذبذب کو بھی کفر قرار دیا ہے۔ اسی طرح تدوین حدیث بھی عہد تابعین میں شروع ہوئی پھر مختلف ادوار میں مختلف انداز سے تدوین حدیث کا عمل جاری رہا تا آنکہ اس محنت کے نتیجہ میں متعدد علوم حدیث معرض وجود میں آگئے لیکن تدوین حدیث کی تاخیر کی وجہ سے نہ تو احادیث رسول اللہ ﷺ کا انکار کیا گیا اور نہ ہی ان میں شک کیا گیا بلکہ احادیث نبویہ کو قوانینِ شریعت کے لیے دوسرا ماخذ تسلیم کیا گیا۔ بعینہ اسی طرح علم شریعت یعنی احکام شرعیہ کی تدوین اگرچہ عہد تابعین اور اس کے مابعد کے ادوار میں

ہوئی ہے لیکن تدوین قرآن اور تدوین حدیث کی طرح تدوین کی تاخیر احکام شریعت کے مدونہ توضیحی وتشریحی ورثہ کے تسلیم کرنے میں بھی مانع نہ ہونی چاہیے بلکہ حق وباطل اور راہ ہدایت وراہ ضلالت کے تعین میں علم شریعت کی ان توضیحات وتعبیرات کو معیار مان لینا چاہیے کہ ہرفن میں اناڑی لوگوں کے مقابلہ میں ماہرین فن کی تحقیق قابل تسلیم اور حرف آخر ہوتی ہے اور علم وعقل، حکمت وبصیرت، نور فطرت اور فن کی سلامتی کا تقاضا بھی یہی ہے۔ لٰہذا خیر القرون کے ماہرین شریعت یعنی مجتہدین اسلام کی تشریح وتعبیر جو علم الکلام، علم الفقہ، علم التصوف کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے۔ اسی تشریحی وتعبیر کے ساتھ کتاب وسنت کو ماننا اور اس پر چلنا صراط مستقیم اور سبیل اللہ ہے۔ اس سے انحراف کر کے احکام شریعت کی خواہشاتی من بھاتی آزادانہ تشریح وتعبیر اختیا کرنا پھر اس نئی تشریح کی بنیاد پر نیا مذہب نکالنا فرقہ واریت ہے خواہ اس کو فہم قرآن وفہم حدیث کا نام دیا جائے یا اسے تحقیق وریسرچ کہا جائے یا اس پر دین محمدی اور سلفی مذہب کا پرکشش و پرفریب لیبل چسپاں کیا جائے یہ فرقہ واریت ہے اور فرقہ واریت ہی کہلائے گی کیونکہ عنوان کے بدلے سے دوسروں کی دھوکہ تو دیا جا سکتا ہے لیکن حقیقت کو نہیں بدلا جا سکتا۔ بوتل میں قارورہ ڈال کر اس پر روح افزا کا لیبل لگا دیا جائے تو قارورہ، قارورہ ہی رہتا ہے روح افزا نہیں بنتا۔ پس ماہرین شریعت کی دینی تحقیق سے سرکشی وروگردانی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی فرقہ واریت کو جو بھی پرکشش عنوان دیا جائے اور فرقہ واریت کے اس مکروہ چہرہ کو چھپانے کے لیے پرفریب اور حسین تعبیرات کا جو بھی پردہ ڈال دیا جائے پھر بھی فرقہ واریت آخر فرقہ واریت ہی ہے اور درحقیقت فرقہ واریت کا ذمہ دار علمبردار یہی انحرافی طبقہ ہے اور مسلمہ مجتہدین امت کی تحقیقات انیقہ سے انحراف اور اس کے مقابلہ میں اپنا جاہلانہ اجتہاد فرقہ واریت کا بہت بڑا سبب ہے بلکہ فرقہ واریت کے شجرۂ خبیثہ کی جڑ ہے۔

قرآن حدیث کے نام پر فرقہ واریت :

عجیب تر اور حیران کن امر یہ ہے کہ اب تک مسٹر وملاں کے ہر دو طبقوں سے اسلاف کے علمی ورثہ سے بغاوت کر کے اندھیرے میں ٹامک ٹویاں مارنے والے محققین کی کھیپ کی کھیپ منظر عام پر آ چکی ہے جنہوں نے فرقہ واریت کی مذمت، قرآن وحدیث کی دعوت اور دین اسلام کی وحدت کا بورڈ لگا کر اپنی مذہبی دکانیں خوب چمکائی ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے۔ ان کی دعوت کا نقطہ آغاز یہ ہوتا ہے کہ علماء فرقہ پرست ہوتے ہیں ان کا کام فرقہ واریت ہے ان کو چھوڑ دو اور براہ راست خود قرآن وحدیث سے دین سیکھو کیونکہ قرآن وحدیث میں کوئی اختلاف نہیں لٰہذا اپنے اپنے فرقوں کو چھوڑ کر سب کو قرآن وحدیث پر متفق ہو جانا چاہیے مگر اس پُرفریب نعرے ودعوے کا انجام یہ ہوتا ہے کہ اس نوع کا ہر محقق وداعی جب مجتہدین کی تشریح وتعبیر سے یکسر آزاد ہو کر اپنے آزادانہ توہمات ونظریات کو تفسیر قرآن اور تشریح حدیث یا فہم

قرآن اور فہم حدیث کے جلو میں پیش کرتا ہے تو کچھ ہی عرصہ بعد وہ ایک نیا فرقہ بن کر سامنے آتا ہے سو اس طور پر ہر جدید محقق شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک نئے فرقہ کو وجود میں لانے کا سبب بن جاتا ہے اور روز بروز جیسے جیسے جدید محقق کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے ویسے ویسے نئے فرقوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے نتیجہ یہ کہ دعوت اتحاد کے یہ داعی وحدت امت کی تباہی کا سبب بن رہے ہیں۔ راقم الحروف کی اس بات کی اس سے تائید ہوتی ہے کہ میاں نواز شریف نے اپنے دور حکومت میں ایک شریعت بل تیار کیا تھا جو مختلف اخبار و رسائل میں چھپا اس کی پہلی دفعہ یہ تھی کہ "پاکستان کا سپریم لاء کتاب و سنت ہوگا لیکن ہر فرقہ کے لیے کتاب و سنت کی وہی تشریح معتبر ہوگی جو وہ خود کرے گا" اس سے یہ بات بخوبی سمجھ آجاتی ہے کہ فرقے بنتے ہیں ماہرین شریعت یعنی مجتہدین اسلام کی تشریح سے انحراف کر کے اپنی آزادانہ نئی تشریح کرنے سے جو در اصل کتاب و سنت کی تشریح نہیں ہوتی بلکہ ان کے اپنے خیالات و خواہشات اور اپنے توہمات و فاسد نظریات ہوتے ہیں جن کو عوام الناس میں مقبول بنانے کے لیے کتاب و سنت کی تشریح کا عنوان دے دیا جاتا ہے یا پھر کتاب و سنت میں تحریف کا ایمان کش زہر ہوتا ہے جو کتاب و سنت کی تشریح کے نام پر ناواقف لوگوں کو کھلایا جاتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مذکورہ بالا دعوے کو مدلل اور اس کی تفہیم کو سہل کرنے کے لیے قدیم ماہرین شریعت اور جدید محققین وادیان اتحاد کی متضاد تشریحات کی روشنی میں عقائد اسلام اور فرقہ وارانہ نظریات کا تقابلی خاکہ پیش کیا جائے تا کہ فرقہ واریت اور اسباب فرقہ واریت کی تشخیص و تفہیم آسان ہو جائے۔

عقائد اسلام اور فرقہ وارانہ نظریات کا تقابلی خاکہ

عقائد اسلام بتحقیق اسلاف	فرقہ واریت اور فرقہ وارانہ نظریات
(۱) اللہ تعالیٰ موجود ہے	اللہ تعالیٰ موجود نہیں ہے۔
(۲) اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہر جگہ موجود ہے	اللہ ہر جگہ موجود نہیں ہے۔
(۳) اللہ عالم الغیب ہے	اللہ عالم الغیب نہیں ہے۔
(۴) اللہ ہی عالم الغیب ہے	اللہ بھی عالم الغیب ہے یعنی انبیاء و اولیاء بھی عالم الغیب ہیں۔
(۵) اللہ ہی مختار کل ہے	اللہ کے علاوہ انبیاء و اولیاء بھی مختار کل ہیں۔
(۶) اللہ جسم اور اعضاء جسمانیہ سے پاک ہے	اللہ کے ہاتھ، پاؤں، ہتھیلی، انگلیاں، کلائی، آنکھ، سینہ، پہلو، پنڈلی، چہرہ وغیرہ ہیں۔
(۷) اللہ کا مکان نہیں ہے بلکہ وہ لامکان ہے	اللہ کا مکان عرش ہے اور جب وہ کرسی پر بیٹھتا ہے تو وہ چار انگل بھی بڑی نہیں رہتی ہے اور اس کے بوجھ سے

	چرچر کرتی ہے۔
(۸) اللہ کے لیے مثالیں مت بیان کرو	اللہ بے ریش لڑکے کی شکل میں ظاہر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی صورت ہے اور وہ بہت ہی خوبصورت ہے۔
(۹) رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں	محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی نہیں ہیں بلکہ آپ کے بعد مرزائی قادیانی نبی ہے۔
(۱۰) رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور کو نبی ماننا کفر ہے	جو آدمی مرزا قادیانی کو نبی نہ مانے وہ کافر ہے۔
(۱۱) رسول اللہ ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں	آپ کو قبر میں زندہ ماننا شرک ہے۔
(۱۲) رسول اللہ ﷺ قبر اطہر کے پاس پڑھا ہوا درود خود سنتے ہیں	رسول اللہ ﷺ قبر اطہر کے پاس پڑھا ہوا درود نہیں سنتے اور سننے کا عقیدہ رکھنا شرک ہے
(۱۳) وحی صرف انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوتی ہے	وحی آئمہ معصومین پر بھی نازل ہوتی ہے۔
(۱۴) انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں یعنی گناہوں سے پاک ہیں	انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں ہیں۔
(۱۵) صرف انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں	بارہ امام بھی معصوم ہیں۔
(۱۶) عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں وہ دوبارہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔	عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے وہ دوبارہ نازل نہیں ہوں گے۔
(۱۷) قرآن محفوظ ہے اس کے محفوظ ہونے میں شک وتردد کفر ہے۔	قرآن محفوظ نہیں ہے بلکہ اس میں صحابہ کرامؓ نے تحریف کی ہے۔
(۱۸) بغیر سمجھے تلاوت قرآن بھی باعث اجر ہے۔	محض الفاظ قرآن کی تلاوت فضول اور بے کار ہے۔
(۱۹) احادیث رسول اللہ ﷺ حجت ہیں۔	احادیث رسول اللہ ﷺ حجت نہیں ہیں۔
(۲۰) آثار صحابہ حجت شرعیہ ہیں ۔آثار صحابہ حجت شرعیہ نہیں ہیں	آثار صحابہ حجت شرعیہ نہیں ہیں۔
(۲۱) اجماع امت حجت شرعیہ ہے۔	اجماع امت حجت شرعیہ نہیں ہے۔
(۲۲) قیاس شرعی حجت شرعیہ ہے۔	قیاس شرعی حجت شرعیہ نہیں ہے۔
(۲۳) اصحاب رسول معیار حق ہیں۔	اصحاب رسول معیار حق نہیں ہیں۔

(۲۴) علم الفقہ برحق ہے اور یہ قوانین شریعت کی شرح ہے	فقہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں ایک باطل دین ہے
(۲۵) علم تصوف اخلاقیات اسلام کی شرح ہے۔	علم تصوف باطل ہے اور یہ برہمنوں کی ایجاد ہے۔
(۲۶) نماز فرض ہے اور ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے۔	نماز فرض نہیں ہے "نمازی چوتڑ اُٹھانے والے لوگ"
(۲۷) روزہ رمضان فرض ہے اور رکن اسلام ہے۔	رمضان کے روزے فرض نہیں ہیں۔
(۲۸) حج بیت اللہ ذی استطاعت پر فرض ہے۔	حج بیت اللہ فرض نہیں ہے جبکہ ذکری مذہب والے لوگ تربت (بلوچستان) میں واقع کوہ مراد کا حج کرتے ہیں۔
(۳۹) قبر کا ثواب وعذاب برحق ہے۔	ثواب وعذاب قبر محض ایک افسانہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔
(۳۰) قربانی شعار اسلام ہے اور واجب ہے۔	قربانی کے نام پر دولت کا ضیاع ہے۔
(۳۱) سود حرام ہے۔	سود حرام نہیں ہے۔
(۳۲) پردہ فرض ہے۔	پردہ فرض نہیں ہے۔
(۳۳) گانا بجانا رقص وسرور حرام ہے۔	گانا بجانا رقص وسرور حرام نہیں ہے۔
(۳۴) نماز تراویح بیس رکعت پر پوری امت مسلمہ ہمیشہ متفق رہی ہے۔	تراویح کا انکار، تراویح ۸ رکعت ہے، بیس تراویح بدعت ہے۔ تراویح صرف تین راتیں ہے، تراویح صرف ایک رکعت بھی جائز ہے۔
(۳۵) مجلس واحد کی تین طلاقیں تین ہیں اس پر ہمیشہ پوری امت متفق رہی ہے۔	مجلس واحد کی تین طلاقیں ایک طلاق ہے۔
(۳۶) دین اسلام ابدی دین ہے۔	دین اسلام میں حسب ضرورت ترمیم ہوسکتی ہے۔
(۳۷) غیر مجتہد لوگوں کے لیے اجتہادی مسائل میں ماہر ترین مجتہد کی تقلید ضروری ہے اور اس پر اجتہاد کرنا حرام ہے۔	غیر مجتہد لوگوں پر بھی اجتہاد لازم اور تقلید حرام ہے۔
(۳۸) عقیدۂ تقدیر برحق ہے تقدیر پر ایمان لانا فرض ہے۔	تقدیر کوئی چیز نہیں ہے ہر آدمی اپنی قسمت کا آپ مالک ہے۔
(۳۹) اسلامی اخلاق وتہذیب دین اسلام کا ایک حصہ ہے جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔	اسلامی اخلاق وتہذیب کا انکار اور اس کے مقابلہ میں مغربی تہذیب کا پرچار۔

(جاری ہے)

وفیات

حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کو صدمہ

۳ ربیع الثانی مطابق ۱۵ جون کو حضرت مولانا سید رشید میاں مدظلہم کی اہلیہ محترمہ انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ مرحومہ ایک ڈیڑھ ہفتہ پیٹ کی شدید تکلیف میں بتلا رہیں ڈاکٹروں نے بالآخر مایوسی ظاہر کی اور مرحومہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں ۔ حدیث شریف میں آتا ہے المبطون شھید پیٹ کی تکلیف میں وفات پانے والا شہید ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث پاک کی روشنی میں مرحومہ بجا طور پر شہادت کے رتبہ پر فائز ہو گئیں ۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے ۔ اہل ادارہ ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں ۔

جامعہ مدنیہ جدید کے بہی خواہ جناب فاروق صاحب ۷ جون کو طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے ۔ مرحوم علماء اور دیندار طبقہ کا دل سے اکرام کیا کرتے تھے ۔ اللہ تعالیٰ نے دورانِ مرض صبر و شکر کی نعمت سے نواز رکھا تھا ۔ اللہ پاک ان کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

☆

وسط مئی میں جناب ڈاکٹر ابوسلمان صاحب شاہجہانپوری کی اہلیہ محترمہ طویل علالت کے بعد کراچی میں انتقال فرما گئیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر آخرت کے بلند درجات عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو۔

☆

پشاور میں محترم مولانا ڈاکٹر عبدالدیان صاحب کی اہلیہ محترمہ مئی کے آخری عشرہ میں انتقال فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے ۔ ادارہ ان کی بلندی درجات اور پسماندگان کے صبر جمیل کے لیے دعا گو ہے۔

☆

قاری القراء جناب قاری عطاء اللہ صاحب ڈیروی اوائل جون میں انتقال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ موجودہ دور میں فن قراءت میں قاری صاحب ایک منفرد حیثیت کے مالک تھے آپ نے ساری زندگی قرآن کی خدمت میں گزار دی ۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کے ساتھ ان کی قرآنی خدمات کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

☆

جامعہ مدنیہ کے مدرس جناب قاری سعید صاحب کے برادر خورد جواں سال حافظ محمد شعیب کی افغانستان میں شبرغان کے جہاد میں شہادت کی تصدیق ہوگئی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اللہ تعالیٰ مرحوم کی شہادت کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔مرحوم کے والدین اور دیگر پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے ۔ادارہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہے۔

☆

جمعیت علماء اسلام ڈی آئی خان کے سرپرست مولانا عبدالقدوس صاحب گزشتہ ماہ جون کے مہینہ میں ڈیرہ اسمٰعیل خان میں وفات پاگئے ۔مرحوم ڈیرہ کی اہم سیاسی اور سماجی شخصیت ہونے کی وجہ سے ہر دلعزیز تھے ۔دین کی سربلندی ان کو ہمہ وقت عزیز تھی ۔ان کی وفات اہل ڈیرہ کے لیے بہت بڑا نقصان ہے ۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلاء کو بھی پر فرمائے ۔ادارہ ان کے پسماندگان سے تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے ان کی مغفرت کے لیے بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہے۔

جملہ مرحومین کے لیے جامعہ مدنیہ جدید اور خانقاہ حامدیہ میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرایا گیا ۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔آمین

بقیہ : فہم حدیث

لیتا ہوں اور جب بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے میں فوراً وضو کر لیتا ہوں اور میں اللہ کے لیے دو رکعت نفل بطور منت سمجھتا ہوں (یعنی جیسے منت کو پورا کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے ایسے ہی میں وضو کے بعد تحیۃ الوضو کے) دو رکعت نفل پڑھنے کا پورا اہتمام کرتا ہوں) آپ ﷺ نے فرمایا انہی دونوں باتوں کی وجہ سے ہے۔

معراج کے موقع پر دیدار الٰہی کی نوعیت :

اللہ تعالیٰ کا ایک تو نور ذاتی ہے جس پر پھر مزید نور کا حجاب ہے۔

عن ابی موسٰی قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ.....حجابہ النور لو کشفہ لا حرقت سبحات وجھہ ماانتھی الیہ بصرہ من خلقہ (مسلم)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا حجاب (یعنی اس کے دیدار سے مانع بھی) نور ہے ۔اگر وہ اس کو دور کردے تو اس کے چہرے (یعنی ذات) کے انوار اس کی تمام مخلوق کو جس پر اس کی جلا ڈالیں۔ (جاری ہے)

دارالافتاء

بزناس یا دین و دنیا کا ناس
توجہ فرمائیے

☆

﴿ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ﴾

کچھ عرصہ سے بزناس (Biznas) کے نام سے ایک کمپنی کام کر رہی ہے۔ کراچی اور اسلام آباد کے بعد اس نے لاہور میں زور پکڑا ہے۔ یہ کمپنی انٹرنیٹ (Internet) پر کام کرتی ہے اور ستر ڈالر کی فیس کے عوض ممبر کو کمپیوٹر کے کچھ کورس اور ویب سائیٹ کی پیش کش کی جاتی ہے۔ اس حد تک تو معاملہ بظاہر ٹھیک نظر آتا ہے کیونکہ جس کو پیش کش سے فائدہ اُٹھانے میں دلچسپی ہوگی وہ فیس دے تو معاملہ جائز ہے۔

لیکن اس کمپنی کے کام کے پھیلاؤ کا راز اس کے کام کے دوسرے رخ کی وجہ سے ہے۔ وہ رخ یہ ہے کہ ستر ڈالر کی فیس دے کر بننے والے ممبر کو کمپنی آگے کمائی کرنے کی پیش کش کرتی ہے۔ جس کے مطابق اگر یہ ممبر براہ راست اور بلاواسطہ دو مزید ممبر بنائے اور ان دونوں میں سے ہر ایک آگے مزید دو دو ممبر بنائے یہاں تک کہ بالآخر کم از کم نو ممبر بن جائیں تو کمپنی پہلے ممبر کو اپنی کمائی میں حصہ دار بنا لیتی ہے۔

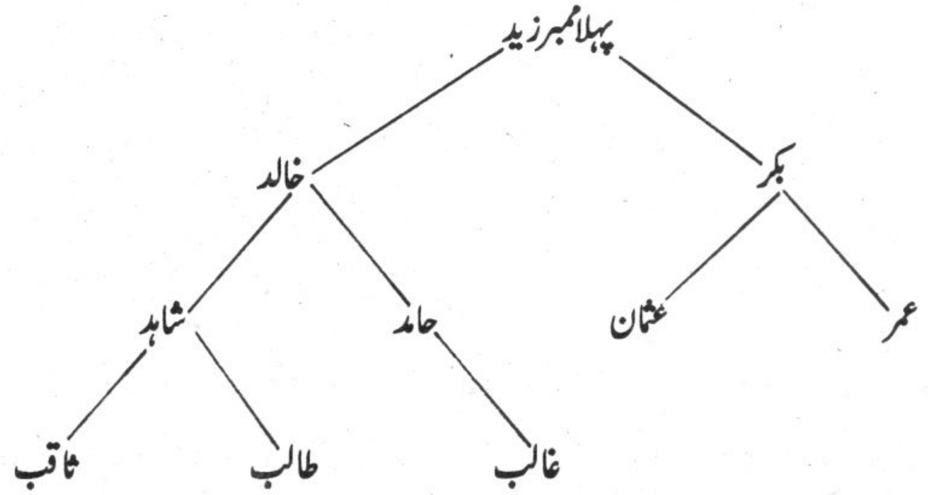

دائیں طرف تین ممبر اور بائیں طرف چھ ممبر ہوئے۔

کمپنی والے کہتے ہیں کہ کل ممبر جب مثلاً چودہ ہو جائیں گے تو کمپنی آپ کو پچاس ڈالر دے گی اور جب کل تیس ہو جائیں تو وہ آپ کو سو ڈالر دے گی۔ بلاواسطہ مزید ممبر بنانے پر وہ آپ کو پانچ ڈالر فی کس اور دے گی۔

حکم :

یہ کاروبار مکمل طور پر ناجائز ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ یہ دلالی کی صورت ہے لیکن اس میں دلالی کی شرائط مفقود ہیں۔ دلال (Broker) کو اپنی محنت پر دلالی ملتی ہے لیکن بزناس کے گورکھ دھندے میں اپنی محنت پر اولاً تو کوئی اُجرت نہیں ملتی اور اگر اُجرت ملتی ہے تو دوسرے کی محنت کی شرط پر۔ مثلاً اوپر دیے گئے نقشے کے مطابق زید نے اپنی محنت سے دو ممبر بنائے یعنی بکر اور خالد لیکن فقط اس محنت پر جو کہ زید کی اپنی محنت ہے زید کو کوئی اُجرت و کمیشن نہیں ملتی اگر زید آگے مزید محنت نہ کرے اور صرف بکر اور خالد محنت کریں اور ممبر بنائیں اور وہ بھی آگے ممبر بنائیں یہاں تک کہ دیئے گئے نقشہ کے مطابق کم از کم نو ممبر بن جائیں تب زید کو کمیشن ملے گا جو کہ تمام ممبران کے عدد کے تناسب سے ہوگا۔ اور اگر بکر اور خالد بھی آگے محنت نہ کریں اور ممبر سازی کا سلسلہ آگے نہ چلے تو زید کو اپنی محنت پر بھی کچھ نہ ملے گا۔ حاصل یہ ہے کہ اس معاملہ میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں :

(۱) زید کی اپنی محنت کی اُجرت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ آگے سات ممبر اور بنیں اور وہ بھی وہ سات ممبر جو دوسروں نے بنائے ہوں۔ اُجرت کو اس طرح کی شرط کے ساتھ مشروط کرنے سے خود معاملہ فاسد اور ناجائز ہوجاتا ہے۔

(۲) زید دو ممبر بنانے کے بعد بالکل محنت نہ کرے۔ بنائے ہوئے ممبر آگے محنت کریں اور یہ سلسلہ دراز ہوتا چلا جائے تو دوسروں کی محنت کے معاوضہ میں زید بھی شریک ہوتا ہے۔ اس لیے کمپنی چودہ ممبر پورے ہونے پر زید کو پچاس ڈالر دیتی ہے اور تیس ممبر مکمل ہونے پر زید کو سو ڈالر دیتی ہے۔ یہ بھی ناجائز ہے اور حرام ہے۔

عام طور پر یہ مغالطہ دیا جاتا ہے کہ آگے جو ممبر بنے آخر ان کی بنیاد زید ہی کی تو محنت تھی۔ اگر وہ بکر اور خالد کو ممبر نہ بناتا تو آگے سلسلہ کیسے چلتا۔ علاوہ ازیں زید اب بھی دوسروں کو محنت کی ترغیب تو دیتا ہے۔ اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ محض محنت کی ترغیب دینا تو خود محنت نہیں ہے جس کا عوض ہو الاّ یہ کہ کسی کو اس کام پر ملازم رکھ لیا جائے۔ دوسرے کو کام کرنے کی ترغیب دینے کو دلالی نہیں کہتے۔ اس لیے زید صرف اپنی محنت پر عوض کا حقدار ہوسکتا ہے۔ اس کی بنیاد پر آگے جو دوسرے لوگ کام کریں ان کے محنتانہ میں شریک نہیں ہوسکتا۔

تنبیہ : شریعت کا ضابطہ ہے کہ **الامور بمقاصدها** یعنی کاموں اور معاملات کا دارومدار مقاصد پر ہوتا ہے۔ جب ہم بزناس (Biznas) کمپنی کے کام کی نوعیت کو دیکھتے ہیں تو اس کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ حصہ جس کو وہ اپنی Products کہتے ہیں یعنی کمپیوٹر کے ٹریننگ کورس اور ویب سائیٹ کی فراہمی۔ دوسرا وہ حصہ جس کو وہ Marketing کہتے ہیں یعنی آگے ممبر بنانا اور اس پر اپنے ممبروں کو اپنی آمدنی میں شریک کرنا۔ ان دو حصوں میں سے کمپنی کا جو اصل مقصود ہے وہ اس کی Marketing یعنی ممبر سازی کا حصہ ہے اور Products کا حصہ تو محض یہ دکھانے کے لیے ہے کہ وہ فی الواقع تجارتی بنیادوں پر کام کر رہی ہے۔ ہمارے اس دعوے پر یہ مشاہدہ کافی دلیل ہے کہ اس

کمپنی کے جو لوگ ممبر بن رہے ہیں ان میں سے اکثریت کے پاس تو اپنے کمپیوٹر بھی نہیں ہیں اور ان کو کمپیوٹر کی الف ب سے بھی کوئی واقفیت نہیں ہے اور نہ ہی کسی کمپیوٹر کورس یا ویب سائیٹ سے ان کو کوئی دلچسپی ہے یا اس سے ان کا کوئی بھی مفاد وابستہ ہے۔ غرض کمپنی کا اصل مقصد تو مارکیٹنگ (Marketing) ہے اور اس کے طریقہ کار کے بارے میں ہم وضاحت سے بتا چکے کہ وہ سرے سے ناجائز اور حرام ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے۔ اس سے ملتے جلتے طریقے پہلے بھی چلائے گئے اور چلائے بھی جا رہے ہیں یہ سب درحقیقت لوٹ کھسوٹ کے طریقے ہیں البتہ حکمت یہ اختیار کی ہے کہ لوٹ کھسوٹ میں دوسروں کو بھی شریک کر لو تا کہ اصل جرم لوگوں کی نظروں میں نہ آئے بلکہ وہ خود مال کے لالچ میں زیادہ سے زیادہ لوٹ کھسوٹ کروائیں۔

☆

بقیہ : دینی مسائل

(۴) مسح پورا پورا کرنا :

مسئلہ : مسح اس طرح کرے کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہیں ہوا۔

مسئلہ : اگر کوئی شخص بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اس کا مسح نہ کرے تو تیمم صحیح نہیں ہوا اسی طرح دونوں نتھنوں کے درمیان جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے۔

مسئلہ : تیمم میں تنگ انگوٹھی، کنگن اور چوڑیاں وغیرہ نکال دینا ضروری ہے تا کہ مسح پوری طرح ہو جائے ان کو محض حرکت دینا کافی نہیں بلکہ اپنی جگہ سے ہٹا کر ان کے نیچے بھی مسح کرے۔

(۵) کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا :

مسئلہ : پورے ہاتھ یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں یا زیادہ سے مسح کرے ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

(۶) پانی کے قریب کے گمان پر اس کو طلب کرنا :

مسئلہ : جس مسافر کو کسی علامت سے یہ گمان ہو کہ پانی قریب ملے گا مثلاً سبزہ نظر آئے یا پرندے گھومتے ہوں یا کسی متقی آدمی نے خبر دی کہ پانی قریب ہے تو اس کو اتنی دور تک پانی تلاش کرنا اور طلب کرنا ضروری ہے کہ خود اس کو جان و مال کا ضرر نہ ہو اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو اگر ایسا ہو تو طلب کرنا واجب نہیں۔

مسئلہ : خود طلب کرنا بھی لازمی نہیں بلکہ اگر کسی دوسرے سے تلاش کرایا تب بھی کافی ہے۔

☆

(جاری ہے)

باب : ۳ قسط : ۱۶

فہمِ حدیث

☆

نبوت ورسالت

﴿ حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر عبدالواحد صاحب ﴾

رسول اللہ ﷺ کی معراج جسمانی وروحانی :

عن مالک بن صعصعة ان نبی اللّٰہ ﷺ حدثھم عن لیلة اُسری بہ بینماانا فی الحطیم وربما قال فی الحجر اذ اتانی اٰت فشق ما بین ھذہ الی ھذہ یعنی من ثغرة نحرہ الی شعرتہ فاستخرج قلبی ثم اتیت بطست من ذھب مملو ایمانا فغسل قلبی ثم حشی ثم اعید وفی روایة ثم غسل البطن بما ء زمزم ثم ملی ء ایمانا وحکمة ثم اُتیت بدابة دون البغل وفوق الحمار ابیض یقال لہ البراق یضع خطوہ عند اقصی طرفہ فحملت علیہ فانطلق بی جبرئیل حتی اتی السماء الدنیافاستفتح قیل من ھذاقال جبر ئیل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قیل مر حبا بہ فنعم المجیئ جاء ففتح فلما خلصت فاذا فیھاآدم فقال ھذا ابوک آدم فسلم علیہ فسلمت علیہ فردالسلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح ثم صعد بی حتی اتی السماء الثانیة فاستفتح قیل من ھذا قال جبرئیل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم قال مرحبا بہ فنعم المجیئ جاء ففتح فلما خلصت اذ ا یحییٰ وعیسٰی وھما ابناخا لة قال ھذا یحیٰی وھذاعیسٰی فسلم علیھما فسلمت فردائم قالا مرحبا بالاخ الصاح والنبی الصالح ثم صعد بی الی السماء الثالثة فا ستفتح قبل من ھذاقال جبرئیل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیہ قال نعم مرحبابہ فنعم المجیئ جاء ففتح فلما خلصت اذا یوسف قال ھذا یوسف فسلم علیہ فسلمت علیہ فرد ثم قال مرحبا با لاخ الصالح والنبی الصالح ثم صعدبی حتی أتی السماء الرابعة فاستفتح قیل من ھذا قال جبرئیل

قیل ومن معک قال محمد قیل و قد ارسل الیه قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجیء جاء ففتح فلما خصلت فاذا ادریس فقال هذا ادریس فسلم علیه فسلمت علیه فردثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصا لح ثم صعد بی حتی أتی السماء الخامسة فاستفتح قیل من هذا قال جبرئیل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیه قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجیئ جاء ففتح فلما خلصت فاذا هارون قا ل هذاهارون فسلم علیه فسلمت علیه فردثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصا لح ثم صعد بی حتی اتی السماء السادسة فاستفتح قیل من هذا قال جبرئیل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد ارسل الیه قال نعم قال مرحبا به فنعم المجیئ جاء ففتح فلما خلصت الیه فاذا موسیٰ قال هذاموسٰی فسلم علیه فسلمت علیه فردثم قال مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فلما جاوزت بکیٰ قیل له مایبکیک قال ابکی لان غلاماًبعث بعدی یدخل الجنة من اُمته اکثر ممن ید خلها من امتی ثم صعد بی الی السماء السابعة فاستفتح جبرائیل قیل من هذا قال جبرائیل قیل ومن معک قال محمد قیل وقد بعث الیه قال نعم قیل مرحبا به فنعم المجیئ جاء فلما خلصت فاذا ابراهیم فسلم علیه فسلمت علیه فرد السلام ثم قال مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح ثم رفعت الی سدرة المنتهٰی فاذا نبقها مثل قلال هجرواذا ورقها مثل آذان الفیلة قال هذه سدرة المنتهٰی فاذا اربعة انهارنهران باطنان ونهران ظاهران قلت ما هذان یا جبرئیل قال اما الباطنان فنهران فی الجنة واما الظاهران فالنیل وا لفرات ثم رفع لی البیت المعمور ثم اُتیت باناء من خمرواناء من لبن وانا ء من عسل فاخذت اللبن فقال هی الفطرة انت علیها و امتک ثم فرضت علی الصلاة خمسین صلاة کل یوم فرجعت فمررت علی موسی فقال بما امرت قلت امرت بخمسین صلوة کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوة کل یوم و انی واللّٰه قد جربت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد المعا لجة فارجع الی ربک فسله التخفیف لا متک فرجعت فوضع عنی عشرا فرجعت الی موسٰی فقال مثله فرجعت فوضع عنی

عشرا فرجعت الی موسٰی فقال مثله فرجعت فوضع عنی عشر افرجعت الی موسٰی فقال مثله فرجعت فوضع عنی عشرا فامرت بعشرصلوات کل یوم فرجعت الی موسٰی فقال مثله فرجعت فامرت بخمس صلوات کل یوم فرجعت الی موسٰی فقال بما اُمرت قلت امرت بخمس صلوات کل یوم قال ان امتک لا تسطیع خمس صلوات وانی قد جربت الناس قبلک و عالجت بنی اسرائیل اشد المعالجة فارجع الی ربک فسله التخفیف لا متک قال سئالت ربی حتی استحییت ولکنی ارضی واسلم قال فلما جاوزت نادی مناد امضیت فریضتی و خففت عن عبادی (بخاری ومسلم)

حضرت مالک بن صعصعہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے اس شب کا واقعہ جس میں آپ کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کرائی گئی تھی بیان فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا (اور حجر بھی حطیم کو کہتے ہیں) کہ ایک فرشتہ آیا اور اس کے یہاں سے لے کر زیر ناف تک۔ اس نے میرے قلب کو نکالا اور اس کے بعد ایک سونے کا طشت ایمان وحکمت (کے نور) سے بھرا ہوا لایا گیا اور میرے قلب کو دھویا گیا پھر اس کو محبت خداوندی سے بھرا گیا اور اس کو اس کی جگہ میں لوٹا دیا گیا ایک روایت میں ہے کہ پھر میرے سامنے ایک جانور پیش کیا گیا جو خچر سے ذرا چھوٹا اور گدھے سے ذرا بڑا سفید رنگ کا تھا اس کو براق کہا جاتا ہے۔ (اس کی رفتار کی حالت یہ تھی کہ) وہ اپنا قدم اس جگہ ڈالتا تھا جہاں اس کی نظر پہنچتی تھی۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرئیل علیہ السلام مجھے لے کر اوپر چلے یہاں تک کہ جب اس دنیا کے آسمان تک پہنچے (یہ آسمان اس نیلگونی سے بہت اوپر ہے جو ہمیں نظر آتی ہے بلکہ وہ ہماری اس تاروں بھری کائنات کو گھیرے ہوئے ہے تو انہوں نے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے جواب دیا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے انہوں نے کہا محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا ہاں۔ اس پر دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ جب میں دروازہ سے اندر گیا کیا دیکھتا ہوں وہاں (حضرت) آدم علیہ السلام (اپنے جسم مثالی کے ساتھ) بیٹھے ہیں۔ (ان کی دائیں جانب بھی کچھ اشخاص ہیں اور ان کی بائیں جانب بھی کچھ اشخاص ہیں۔ جب وہ دائیں جانب کے اشخاص کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب کے اشخاص کو دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے اور روتے) جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ آپ کے

والد ہیں ان کو سلام کیجیے تو میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر فرمایا فرزند صالح اور نبی صالح آؤ خوش آمدید۔ (جبریل نے مجھے بتایا کہ ان کے دائیں بائیں جو اشخاص ہیں وہ ان کی اولاد کی ارواح ہیں ان میں سے داہنے ہاتھ والے جنتی ہیں اور بائیں ہاتھ والے جہنمی ہیں۔ جب وہ داہنے ہاتھ والوں کو دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں ہاتھ والوں کو دیکھتے ہیں تو رنجیدہ ہوتے ہیں اور روتے ہیں) پھر جبرئیل مجھ کو لے کر اوپر چلے یہاں تک کہ جب دوسرے آسمان پر پہنچے تو انہوں نے دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پھر پوچھا گیا آپ کے ہمراہ کون ہے۔ کہا محمد ﷺ ہیں۔ پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں۔ اس پر دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے اور دروازہ کھول دیا میں جب آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ (حضرت) یحییٰ اور (حضرت) عیسیٰ (علیہم السلام) ہیں دونوں خالہ زاد بھائی تھے۔ جبرئیل نے کہا یہ تو حضرت یحییٰ ہیں اور یہ حضرت عیسیٰ ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر تیسرے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پوچھا کیا آپ کے ہمراہ کون ہیں کہا کہ محمد ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں اس پر دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے اور دروازہ کھول دیا جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ یوسف علیہ السلام ہیں (اور ان کو حسن کا بہت بڑا حصہ دیا گیا ہے) جبرئیل نے کہا یہ یوسف ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر چوتھے آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے کہا جبرئیل ہوں پوچھا آپ کے ساتھ کون ہیں کہا محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں۔ دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں آگے بڑھا کیا دیکھتا ہوں کہ ادریس علیہ السلام ہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ ادریس ہیں ان کو سلام کیجیے میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر پانچویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون ہے۔ کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں۔ کہا محمد ہیں۔ پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں۔ دربان فرشتے نے کہا خوش آمدید کی ہی مبارک آمد ہے اور دروازہ کھول دیا۔ جب میں آگے بڑھا تو کیا

دیکھتاہوں کہ ہارون علیہ السلام ہیں ۔ جبرئیل نے کہا یہ ہارون ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ پھر جبرئیل مجھ کو لے کر چھٹے آسمان پر پہنچے اور دروازہ کھلوایا۔ پوچھا گیا کون؟ کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں کہا محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا ہی مبارک آمد ہے اور دروازہ کھول دیا گیا جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں ۔ جبرئیل نے کہا یہ موسیٰ ہیں ان کو سلام کیجیے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آیئے برادر صالح اور نبی صالح آیئے خوش آمدید۔ جب میں آگے بڑھنے لگا تو موسیٰ علیہ السلام پر گریہ طاری ہو گیا ان سے پوچھا گیا آپ کیوں روتے ہیں ۔ فرمایا اس وجہ سے کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں ان کی اُمت کے لوگ میری اُمت ۔ سے بھی زیادہ جنت میں جائیں گے پھر جبرئیل مجھ کو لے کر ساتویں آسمان پر چڑھے اور دروازہ کھلوایا پوچھا گیا کون؟ کہا جبرئیل ہوں پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہیں ۔ کہا محمد ﷺ ہیں پھر پوچھا گیا کیا ان کو بلایا گیا ہے جواب دیا کہ ہاں اس پر کہا گیا خوش آمدید کیا ہی مبارک تشریف آوری ہے جب میں آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام (بیت معمور کے ساتھ اپنی کمر لگائے بیٹھے) ہیں جبرئیل نے کہا یہ آپ کے والد ابراہیم ہیں ان کو سلام کیجیے میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا آؤ فرزند صالح اور نبی صالح آؤ خوش آمدید اس کے بعد مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ (یعنی بیری کا درخت) نظر آیا (جس کی جڑیں اور تنے کا نچلا حصہ چھٹے آسمان پر ہے جبکہ اس کا فوقانی حصہ اور شاخیں وغیرہ ساتویں آسمان پر ہیں) کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے پھل مقام ہجر کے (بڑے) مٹکوں کے برابر تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند تھے جبرئیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے (جو نیچے والے فرشتوں کے چڑھنے کی آخری حد ہے۔ اس سے آگے کوئی نہیں بڑھ سکتا۔ اس کے آگے جانے کی صرف رسول اللہ ﷺ کو ہی اجازت ملی ۔ اوپر سے جو وحی اور احکام نازل ہوتے ہیں وہ یہاں نیچے والے لے لیتے ہیں اور نیچے سے جو ارواح اور اعمال اوپر چڑھتے ہیں وہ یہیں تک پہنچتے ہیں اس درخت پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کی روشنیاں تھیں اور چمکدار ٹڈیوں اور پتنگوں کی صورت میں فرشتے ان انوارات کے شوق میں اس درخت کو گھیرے ہوئے تھے) وہاں چار نہریں تھیں (جو سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکل رہی تھیں) دو اندر کی جانب اور دو باہر کی جانب ۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل یہ نہریں کیسی ہیں

انہوں نے کہا جو اندر کی جانب ہیں یہ جنت کی نہریں (کوثر اور نہر رحمت) ہیں اور جو باہر کی جانب ہیں یہ نیل وفرات ہیں۔ان ناموں کی وجہ یہ ہے کہ آگے جا کر غیر محسوس طور پر ان کا تعلق دنیا کے دریائے نیل اور دریائے فرات سے ہے۔پھر میرے سامنے بیت معمور لایا گیا (جو خانہ کعبہ کے عین اوپر ایک مسجد ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔پھر دوبارہ کبھی ان کی باری نہیں آتی۔اس کے بعد میرے سامنے ایک برتن شراب کا، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا پیش کیا گیا۔ میں نے دودھ لے لیا۔جبرئیل نے کہا یہی فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی اُمت رہے گی۔(اور مجموعی حقیقت کے اعتبار سے بہکے گی نہیں)۔

(پھر مجھے اور اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایک بلند مقام پر چڑھا جہاں میں نے لکھائی کے دوران قلموں کے گھسیٹنے کی جو آواز ہوتی ہے وہ سنی جو فرشتوں کے لوح محفوظ سے احکام خداوندی کو لکھتے ہوئے پیدا ہو رہی تھی)۔اس کے بعد مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔جب میں واپس لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام پر میرا گزر ہوا انہوں نے پوچھا آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے میں نے کہا روزانہ پچاس نمازوں کا۔انہوں نے کہا آپ کی اُمت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکتی بخدا میں نے آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی کوشش کی ہے لہٰذا آپ اپنے پروردگار کی طرف واپس جائیں اور اپنی اُمت کے لیے تخفیف کی درخواست کیجیے چنانچہ میں لوٹ گیا۔اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں۔جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی۔میں لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے پانچ اور نمازیں کم کر کے کل) دس نمازیں کم کر دیں۔جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی۔میں پھر لوٹ کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور کم کر دیں (یہ کمی بھی دو مرتبہ میں ہوئی اور آگے بھی ایسا ہی ہوا)۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی چنانچہ میں پھر لوٹ گیا۔اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف فرما دیں۔میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی چنانچہ میں پھر لوٹ گیا۔اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں اور معاف کر دیں اور اب مجھ کو ہر دن میں دس نمازوں کا حکم رہ گیا۔پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آیا تو انہوں نے پھر وہی بات کہی چنانچہ میں پھر لوٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ہر دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا۔پھر میں موسیٰ علی السلام کے پاس لوٹ کر آیا تو انہوں نے پوچھا (اس مرتبہ) آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے۔میں نے کہا روزانہ پانچ نمازوں کا۔انہوں نے کہا

آپ کی اُمت روزانہ پانچ نمازیں بھی نہیں پڑھ سکتی اور میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کے ساتھ بڑی کوشش کر چکا ہوں لہٰذا آپ پھر جائیں اور اپنے رب سے (ابھی مزید) تخفیف کی درخواست کیجیے آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب سے بار بار درخواست کی اب اور زیادہ درخواست کرتے مجھ کو شرم آتی ہے لہٰذا اب میں اس پر راضی ہوں اور اس کو قبول کرتا ہوں۔اس کے بعد آپ نے فرمایا جب میں آگے بڑھا تو ایک منادی نے آواز دی اب میں اپنا آخری حکم جاری کر چکا اور اپنے بندوں پر جو تخفیف کرنی تھی کر چکا۔

فائدہ : (۱) پچاس نمازوں کا سن کر بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ پھر تو دنیا کا کوئی کام ہی نہ کر سکتے تھے بس ہر وقت مصلے پر بیٹھے رہتے۔ یہ خیال بہت ہی غیر مناسب ہے کیونکہ اول تو اگر ہمیں اللہ تعالیٰ یہی حکم دیتے کہ بس روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر سارا وقت عبادت ہی میں خرچ کرو تو یہ بھی ناجائز نہ ہوگا کیونکہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں دوسرے یہ بھی تو ضروری نہیں کہ اس وقت موجودہ پانچ نمازوں کی طرح کی ترتیب اور طریقہ ہوتا۔ ہوسکتا ہے کہ بہت مختصر سی نماز مثلاً صرف ایک یا دو رکعتوں پر مشتمل نماز کا حکم دیا جاتا جو آدمی جلدی سے ادا کر لیتا۔

(۲) پچاس کا کہہ کر پھر تخفیف کرنے میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً

(الف) اللہ تعالیٰ کا اُمت پر احسان ظاہر ہونا۔

(ب) رسولوں کی اُمت کے حال پر شفقت کا ہونا۔

عن عبدالرحمن بن عائش قال قال رسول الله ﷺ رأيت ربى عزوجل فى احسن صورة قال فيم يختصم الملا الا على قلت انت اعلم قال فوضع كفه بين كتفى فوجدت بردها بين ثديى فعلمت ما فى السماوات والارض وتلا وكذالك نرى ابراهيم ملكوت السماوات والارض وليكون من المومنين.

(دارمی)

حضرت عبدالرحمٰن بن عائش رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو (تجلی کی) بہترین صورت میں دیکھا رب تعالیٰ نے (مجھ سے) پوچھا ملاء اعلیٰ (یعنی مقرب فرشتے) کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ آپ زیادہ باخبر ہیں آپ ﷺ نے کہا میرے رب (کی تجلی) نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو میں نے اس (کی راحت کے لطف) کی ٹھنڈک اپنے پستانوں کے درمیان پائی (یعنی مجھ پر رحمت اور علوم کا نزول ہوا) تو میں نے آسمانوں اور زمین کی درمیان کی (نبوت کی ضرورت کی) چیزوں کو

جان لیا (جن میں مقرب فرشتے اور ان کا مباحثہ کا بھی مجھ کو علم ہو گیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وکذلک نری ابراھیم مراد یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین میں اپنی بادشاہت دکھائی اسی طرح آپ کو بھی دکھائی۔

جنت و دوزخ کا مشاہدہ :

عن عبداللّٰہ بن عباس قال انخسفت الشمس علی عھدالنبی ﷺ فصلی..... قالوا یارسول اللّٰہ رأیناک تناولت شیئا فی مقامک ثم رأیناک تکعکعت فقال انی رایت الجنة فتنا ولت منھا عنقودا ولو اصبته لا کلتم منه ما بقیت ا لدنیا ورایت النار فلم ار کا لیوم منظرا قط افظع (بخاری)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک بار سورج کا گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے نماز کسوف ادا کی لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ہم نے (نماز پڑھنے کے دوران) آپ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے کوئی چیز سامنے سے لینے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا۔ اس کے کچھ دیر بعد ہم نے دیکھا کہ آپ اپنے پیچھے کی جانب کو کچھ ہٹے تھے (تو یہ کیا بات تھی؟) آپ ﷺ نے فرمایا (جب میں نے سامنے کی جانب ہاتھ بڑھایا تو اس وقت) میں نے جنت دیکھی تھی (کہ وہ بالفعل میرے بالکل قریب کر دی گئی تھی) میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں اس میں سے ایک خوشہ لے لوں اور اگر کہیں میں لے لیتا تو تم اس کو کھاتے رہتے جب تک دنیا باقی رہتی (اور وہ ختم نہ ہوتا) اور میں نے دوزخ دیکھی تو ایسا خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا جیسا آج دیکھا تھا۔

عن بریدة قال اصبح رسول اللّٰہ ﷺ فدعا بلا لافقال بما سبقتنی الی ا لجنة ما دخلت الجنة قط الاسمعت خشخشتک امامی قال یا رسول اللّٰہ ما أذنت قط الا صلیت رکعتین وما اصا بنی حدث قط الا توضات عندہ ورایت ان للّٰہ علی رکعتین فقال رسول اللّٰہ ﷺ بھما (ترمذی)

حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے (حضرت) بلال کو بلایا اور پوچھا تم کس عمل کی وجہ سے مجھ سے بھی پہلے جنت میں جا پہنچے۔ میں جب بھی (خواب میں روحانی معراج کے طور پر) جنت میں داخل ہوتا ہوں تمہارے پیروں کی آہٹ اپنے آگے آگے سنتا ہوں انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں جب بھی اذان دیتا ہوں تو دو رکعت نفل ضرور پڑھ

(باقی صفحہ ۳۵)

مسز طاہرہ کوکب ایم اے/ایم فل
ممبر کراچی سٹی کونسل

انبیاء کرامؑ اور صحابہ کرامؓ کا محنت و مزدوری کرنا اور مزدوروں کے حقوق و فرائض

محنت کے ذریعہ کما کر کھانا انسانی حمیت و خودداری کا تقاضا ہے۔ اسلام جو دین فطرت ہے اس نے اس فطری صلاحیت کو جلا بخشنے کے لیے مزدور کی سماجی عزت اور مقام کو بلند کیا جبکہ مغربی دنیا نے مزدور کی معاش، مقام اور رتبہ کا استحصال کیا۔ جب ان میں شعور بیدار ہوا تو اس کے ازالہ کے لیے یکم مئی کو "یوم مزدور" منانے کا سلسلہ شروع کیا۔

جاگیرداری نظام کی شکست و ریخت کے بعد جب جاگیرداروں نے یہ محسوس کیا کہ اب وہ زیادہ دنوں تک اپنے ملک کے غریب عوام کے کاندھوں پر اپنی غلامی کے جوئے کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے تو انہوں نے چولا بدلا اور اونے پونے اپنی زمینیں فروخت کر کے سرمایہ اکٹھا کیا اور کارخانے قائم کرنا شروع کیے غرض کہ دنیا مشینی دور میں داخل ہوگئی وہی سرمایا دار جو پہلے جاگیردار تھا اب کارخانہ دار بن گیا اور وہ مزارع جو پہلے کھیتوں میں محنت و مشقت کر کے جاگیردار کے حریصانہ جذبات کی تسکین کا سامان بہم پہنچایا کرتا تھا اب مل مزدور کے روپ میں کارخانوں میں تھا۔ وہ دیو استبداد جو پہلے زمینوں پر جاگیردار کے روپ میں حکمرانی کر رہا تھا اب اپنی تمام طبعی خاصیتوں کے ساتھ کارخانوں کے ائیر کنڈیشنڈ دفاتر میں براجمان تھا۔ وہی استحصال، وہی معاشی جبر، وہی حق تلفی اور ظلم و جور پہلے اس کا نشانہ مزارع تھا اور اب مل مزدور بن گیا۔

اسلام اور محنت کی عزت افزائی :

انسان اپنی روزی کمانے کے لیے (دائرہ شریعت میں رہ کر) جو اور جیسی بھی محنت کرے خواہ وہ محنت جسمانی ہو یا دماغی، اسلام اس کی اجازت دیتا ہے اور اجازت ہی نہیں دیتا ہے بلکہ محنت کرنے پر ابھارتا ہے اور جو لوگ اپنا پسینہ بہا کر اپنی روٹی حاصل کرتے ہیں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو بغیر محنت کے دوسروں کے سہارے اپنا پیٹ پالتے ہیں، خصوصیت سے جسمانی اور معمولی محنت کے کام کرنے والوں کو جنہیں آج کی مہذب دنیا میں بھی معاشرہ میں وہ بلند مقام حاصل نہیں ہے جو دوسرے طبقوں کو حاصل ہے، اسلام ان کو وہی مقام عطا کرتا ہے جو مملکت کی بڑی سے بڑی شخصیت کو حاصل ہوتا ہے اور یہ حق ان کو محض نظری اور قانونی طور پر نہیں دیا گیا ہے بلکہ اسلام کے اصلی نمائندوں نے اپنے عمل اور اپنی سیرت سے اس کا ثبوت دیا ہے۔ انبیاء کرامؑ جو اپنے اخلاق و کردار اور عزت و شرافت کے اعتبار سے پوری انسانیت کا جوہر ہیں انہوں نے خود محنت اور مزدوری کی ہے اور اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کمائی ہے، دوسروں کی بکریاں چرا کر اور گلہ بانی کر کے اپنی قوت لایموت کا سامان کیا ہے۔

آج انبیاء کرامؑ کے ماننے والے ہمیشہ محنت اور مزدوری کو ذلیل چیز شمار کرتے ہیں مگر ہمارے نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی سیرت میں یہ واقعہ بھی ملتا ہے کہ وہ مزدوری کرنے والوں کے ہاتھ کے گٹھے کو خوش ہو کر بوسہ دیتے ہیں، اتنا ضرور ہے کہ اسلام نے محنت کو بے لگام نہیں چھوڑ دیا وہ پسینہ، محنت اور مزدوری میں آزادی کا قائل ہے مگر اس کے ساتھ ایسی محنتوں پر وہ پابندی بھی لگاتا ہے جو معاشی یا اخلاقی حیثیت سے معاشرہ کے لیے مضر ہوں۔

دیکھا جائے تو اسلام انسان کو پائیدار اور مستقل اخلاقی قدریں دیتا ہے اور ان قدروں کی پامالی وہ کسی حالت میں پسند نہیں کرتا چونکہ وہ معاش کو بھی ان قدروں کا پابند بنانا چاہتا ہے اس لیے وہ نہ تو مغرب کی بے قید معیشت اور محنت کی اس بے قید تعریف کو تسلیم کرتا ہے کہ جس کام سے آدمی کو مادی یا غیر مادی معاوضہ حاصل ہو وہ محنت بار آور ہے۔ اور نہ اشتراکیت کی بے اخلاقی جبری محنت کو پسند کرتا ہے بلکہ اسلام صرف اس محنت کو بار آور محنت کہتا ہے جو اجرت ومنفعت کے اعتبار سے آزاد ہو مگر اس کی آزادی اخلاقی حدود کے اندر ہو۔

قرآن پاک میں مزدوروں کی حیثیت، ان کی محنت کی حد اور اجرت کا تعین اور ان کے ساتھ مالک کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے اس کا ذکر کئی جگہ آیا ہے، خصوصیت سے سورۃ البقر اور قصص میں اجرت کی تعین کے بیان میں اس کی تفصیل موجود ہے (اسلامی قانون محنت: مجیب اللہ ندوی، ص ۱۳۶)

محنت کی عظمت پر آنحضرت ﷺ کے ارشادات :

محنت کی عزت افزائی کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کے ارشادات یہاں پیش خدمت ہیں۔

اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہے جو آدمی اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۲)

حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے اپنی روزی کماتے تھے اسی طرح حضرت موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مزدوری کا قرآن پاک میں جو ذکر ہے اس کا ذکر کر کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا :

انہوں نے آٹھ یا دس برس تک اس طرح مزدوری کی کہ اس پوری مدت میں وہ پاک دامن بھی رہے اور اپنی مزدوری کو بھی پاک رکھا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۲)

یہ حدیث قرآن مجید کے دو لفظ القوی الامین کی گویا تفسیر ہے اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مزدور میں اخلاقی اوصاف کیا ہونے چاہئیں اس کی تفصیل آگے آئے گی۔ آپ نے ان چند انبیاء کرامؑ ہی کا اُسوہ پیش نہیں کیا بلکہ ایک حدیث میں فرمایا :

خدا نے جتنے انبیاء بھیجے ہیں ان سب نے بکریاں چرائی ہیں۔

صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

فرمایا ہاں میں بھی چند قیراطوں کے عوض اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۸ باب الاجارہ)

ایک صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کون سی کمائی سب سے زیادہ پاکیزہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا اپنی محنت کی کمائی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۴۲)

حدیث میں ہے کہ ایک انصاری نے آنحضرت ﷺ کے سامنے دست سوال دراز کیا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا تمہارے پاس کوئی سامان ہے؟ جواب دیا ایک کمبل اور ایک پانی پینے کا پیالہ ہے۔ فرمایا اسے لے آؤ وہ لے آئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ اس کو کون خریدتا ہے۔ ایک صحابی نے اس کی قیمت ایک درہم لگائی۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ میں کوئی قیمت دے سکتا ہے؟ ایک دوسرے صحابی دو درہم قیمت دینے پر تیار ہو گئے۔ آپ نے یہ چیزیں ان کے حوالہ کیں اور دو درہم ان سے لے کر انصاری کو دے دیئے کہ ایک درہم کی کلہاڑی لے کر آؤ اور ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں رکھ دو۔ انہوں نے اس کی تعمیل کی جب وہ کلہاڑی لے کر آئے اور ایک درہم کا غلہ خرید کر گھر میں رکھ دیا تو حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کلہاڑی میں دستہ لگایا اور ان کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ جاؤ اس سے لکڑی کاٹ کاٹ کر بیچو، پندرہ دن تک تم میرے پاس نہ آنا، پندرہ دن کے بعد جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو پوچھا کیا حال ہے؟ عرض کیا اس سے میں نے دس درہم کمائے ہیں، جن میں سے چند درہم کے کپڑے خریدے اور چند درہم سے غلہ وغیرہ خریدا ہے۔ آپ نے فرمایا کیا بھیک مانگ کر قیامت کے دن ذلت اُٹھانے سے یہ بہتر نہیں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۱۶۳)

آنحضرت ﷺ نے ایک دفعہ خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسے کام سے الگ رہتے ہیں جس کو میں خود کرتا ہوں خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا کا خوف رکھتا ہوں۔ (اسلام کے معاشی نظریے ج ۱ ص ۲۱۴)

اس واقعہ میں ان مسلمانوں کے لیے سبق ہے جو اپنے ہاتھ سے کام کرنا عزت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں ایک توانا تندرست نوجوان یہ کہتا ہوا مسجد نبوی میں داخل ہوا کہ جہاد کرنے میں کون میری مدد کرتا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنی زمین میں کام لینے کے لیے اس شخص کو کون مزدوری پر رکھتا ہے۔ ایک انصاریؓ بولے میں یا امیر المؤمنین۔ آپ نے پوچھا تم اس کو ماہانہ کتنی اجرت دو گے انہوں نے اجرت بتائی، فرمایا اس کو لے جاؤ اور کام لو۔ چند مہینے بعد حضرت عمرؓ نے انصاری سے پوچھا کہ مزدور کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اسے جمع شدہ اجرت کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ مزدور درہموں سے بھری ہوئی ایک تھیلی کے ساتھ آپ کے سامنے لایا گیا، آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لو یہ تھیلی اب جی چاہے جہاد کرو یا جی چاہے گھر بیٹھو۔ (کنز العمال ج ۲ ص ۲۱۷)

اسلام نے جو ذہنیت پیدا کی تھی اس کی وجہ سے اس زمانہ میں کوئی شخص بھی بے کار رہنا پسند نہیں کرتا تھا چنانچہ صحابہ میں بہت کم ایسے لوگ تھے جو کسی نہ کسی پیشہ سے وابستہ نہ ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ میں یہ عام جذبہ پیدا کر دیا تھا کہ وہ کسی پر اپنا معاشی بار ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ (اسلامی قانون محنت ص ۱۴۰)

صحابہ کرامؓ کا محنت ومزدوری کرنا :

بعض صحابہ کرامؓ رزق حلال کے لیے ہر قسم کی محنت و مشقت کرتے تھے۔مختلف پیشوں کے ذریعہ سے اپنی روزی کماتے مثلاً حضرت خباب بن ارتؓ لوہار تھے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ چرواہے تھے، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تیر ساز تھے، حضرت زبیر بن عوامؓ درزی تھے، حضرت بلال بن رباحؓ گھریلو نوکر تھے، حضرت سلمان فارسیؓ حجام تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ قصائی تھے، حضرت علیؓ کھیتوں میں مزدوری کرتے تھے، حضرت ابوبکرؓ کپڑا بیچتے تھے۔خلیفہ بن جانے کے بعد بھی وہ کپڑوں کی گٹھڑی کمر پر لاد کر گھر سے نکلے تو راستہ میں حضرت عمرؓ اور ابوعبیدہؓ ملے انہوں نے کہا اب آپ یہ کام کیسے کر سکتے ہیں آپ تو اب مسلمانوں کے معاملات کے والی ہیں۔انہوں نے جواب دیا اپنے بال بچوں کو کہاں سے کھلاؤں؟ تو ان دونوں نے کہا ہم تمہارے لیے روزی (تنخواہ) مقرر کر دیتے ہیں۔انہوں نے شوریٰ میں ان کی تنخواہ کے متعلق فیصلہ کر دیا۔

صحابیاتؓ کا محنت ومزدوری کرنا :

ازواج مطہراتؓ گھروں میں اُون کاتتی تھیں، کھالوں کی دباغت کرتی تھیں ۔حضرت زینبؓ کھالوں کی دباغت کرتی تھیں۔(اسلام کا نظام تعلیم ص ۵۲)

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ جانوروں کی خدمت اور جنگل سے لکڑیاں چن کر لانے کا کام کرتیں تھیں (صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۲۱) کچھ خواتین کھانا پکا کر فروخت کرنے کا م کرتی تھیں (صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب فاذ اقضیت الصلوۃ ج ۱ ص ۱۲۸)

کچھ دودھ نکال کر فروخت کرتی تھیں ۔(ابن عبدالحکم کی سیرت عمر بن عبدالعزیز مترجم ص ۱۲۔۱۳) کچھ دایہ کا کام کرتی تھیں (صحیح البخاری، کتاب الطلاق) جسے لمبی خدمات سے شامل کیا جا سکتا ہے۔

کچھ بچوں کا ختنہ کرتی تھیں (سلطان احمد کی اسلام کا نظریہ جنس ص ۲۵۱)، کچھ زراعت کرتی تھیں (بخاری ج ۱ ص ۵۵۴)، کچھ تجارت کرتی تھیں (بخاری ج ۱ ص ۷۵۲)، کچھ خوشبو فروخت کرتیں تھیں کچھ کپڑا بنتی تھیں (بخاری ج ۱ ص ۷۳۵) اور کچھ بڑھئی کا کام کرتی تھیں (بخاری ج ۱ ص ۷۳۶)۔حضرت عائشہؓ نے زینب بنت جحشؓ زوجہ رسول ﷺ کے بارے میں فرمایا۔''**تعمل بیدھا وتصدق**'' وہ اپنی محنت سے کماتیں اور اللہ کی راہ میں صدقہ کرتیں تھیں (صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ ج ۳ ص ۵۵۴)۔

ان احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ بھی محنت کر کے ضروریات زندگی حاصل کرتے تھے۔اسلام نے جہاں محنت کے فضائل بیان کئے وہاں مزدور کے حقوق وفرائض بھی بیان کئے ہیں اور اس توازن کو قائم رکھنے کی ذمہ داری حکومت کی ہے۔

مزدور کے حقوق و فرائض :

حکومت کی ذمہ داری اجیر و مستاجر کے حقوق و فرائض کی تعیین ہے۔ یوں تو اجیر و مستاجر کو اُجرت کے سلسلہ میں معاہدہ اُجرت کی پوری آزادی ہوگی مگر اجیر کو یہ حق ہوگا کہ وہ جو محنت اپنے لیے پسند کرے اختیار کرے اور جس شرط پر چاہے مستاجر سے معاہدہ کرے۔ اسی طرح مستاجر کو یہ حق ہوگا کہ وہ جس مزدور کو چاہے اپنے یہاں کام پر رکھے اور جو اُجرت چاہے مقرر کرے، مگر اس آزادی کے باوجود حکومت چند باتیں اُصولی طور پر طے کرے گی جن کی پابندی دونوں کو لازم ہوگی۔

(۱) ان کو کم از کم اتنی اُجرت دی جائے کہ ان کی ضروریات آسانی کے ساتھ پوری ہوسکیں۔ ضروریات زندگی کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

(۲) ان کے کام کا وقت متعین ہو مگر اس وقت میں بھی ان سے اتنا کام اور ایسا کام نہ لیا جائے جو ان کی طاقت سے زیادہ ہو اور وہ کام عام حالات میں آدمیوں سے نہ لیا جاتا ہو یا جن کی وجہ سے ان کی صحت اور قوت کار پر جلد برا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو۔

(۳) مدت ملازمت میں بیماری کی دیکھ بھال اور علاج کی ذمہ داری مستاجر پر ہوگی۔

(۴) مزدور سے اگر اچانک کوئی غلطی یا نقصان ہوجائے تو اس پر کوئی باز پرس نہیں کی جاسکتی لیکن اگر اس نے قصداً کوئی نقصان کیا ہے تو مستاجر کو یہ حق ہوگا کہ وہ اس سے اس کا تاوان وصول کرے گا اگر وہ تاوان ادا نہ کرسکے تو یہ حکومت کا فرض ہوگا کہ وہ مزدور کی طرف سے خود تاوان ادا کرے۔

(۵) اگر کام کے درمیان میں مزدور کو کوئی حادثہ پیش آجائے تو اس کی تلافی مستاجر کو کرنی پڑے گی، اس کی کوئی متعین صورت نہیں بتائی جاسکتی۔ اس کی تعیین حالات اور حادثہ کی کیفیت و کمیت کے مطابق ہی متعین ہوگی۔

(۶) اگر مزدور کام میں سستی کرے یا دل نہ لگائے تو مستاجر کو اس کی اُجرت میں کمی کردینے کا حق ہوگا اور اگر اس کا رکھنا اس کے لیے نقصان دہ ہو تو وہ علیحدہ بھی کرسکتا ہے مگر علیحدہ کرنے سے پہلے اس کو سمجھانے بجھانے اور کام کی رغبت پیدا کرنے کی تدبیریں اختیار کرنی ضروری ہوں گی اس لیے کہ ممکن ہے کہ یہ چیز کسی عارضہ یا بددلی کی وجہ سے ہو۔

(۷) محض نفع کی کمی یا معمولی نقصان کی بناء پر مزدور کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا اس لیے ضروری ہوگا کہ یا تو وہ مزدور کو خود اس پر راضی کرے یا مستاجر حکومت کے سامنے اس کو علیحدہ کرنے کی وجہ بیان کرکے اس کے لیے اجازت حاصل کرے۔ (اسلامی قانون محنت ص ۴۶۔۴۷)

حکومت کی ذمہ داریاں :

یہ اصول طے کردینے کے بعد حکومت کا کام ختم نہیں ہوتا بلکہ ان اصولوں پر عمل درآمد بھی ہورہا ہے یا نہیں اس کی

نگرانی کے لیے حکومت ایک ''مزدور نگران'' محکمہ قائم کرے گی جو ہر وقت اس بات کی نگرانی کرتا رہے گا کہ مزدوروں پر کوئی زیادتی تو نہیں ہو رہی ہے، مزدوروں اور مالکوں میں کوئی کشمکش تو نہیں پیدا ہو رہی ہے۔اس محکمہ کے متعلق حسب ذیل کام ہوں گے۔

(۱) کوئی مستاجر اجیر پر زیادتی تو نہیں کر رہا ہے یہ زیادتی دو طرح کی ہو سکتی ہے ایک اجرت کی کمی کی دوسرے کام کی زیادتی کی۔ان دونوں صورتوں میں محکمہ کے ذمہ داروں کا کام یہ ہوگا کہ وہ اس کا دفعیہ کریں۔امام ابویعلیٰ محتسب کے فرائض کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

واذا تعدی مستاجر علی اجیر فی نقصان اجرا واستزاد عملہ کفہ عن تعدیہ

(الاحکام السلطانیہ ص ۲۸۶)

جب کوئی مستاجر اجیر پر (کام کی) زیادتی یا اجرت کی کمی کے سلسلہ میں زیادتی کرے تو یہ زیادتی سے روکے۔

اگر مستاجر اجیر کی شکایت کو غلط قرار دے دے یا اس سے انکار کرے تو اس کا انکار کرنا کافی نہیں بلکہ اس کا انکار اس وقت معتبر ہوگا جب مزدور کے حالات اور دوسرے ذرائع سے اس کا غلط ہونا ثابت ہو جائے۔ **وکان الا نکار معتبر ابشواھد حالہ** (بحوالہ سابق) مستاجر کا انکار مزدور کے حالات کے اندازے کے بعد معتبر ہوگا۔

(۲) اسی طرح اگر کوئی اجیر کام میں کوتاہی کرے یا اجرت معاہدہ یا حکومت کے مقرر کردہ معیار سے زیادہ اُجرت مانگے تو اس کو وہ اس سے روکے گا اور اس کو تنبیہ کرے گا۔

ولو قصر الاجیر فی حق المستاجر فنقصہ من العمل اواستزادہ فی الاجر منعہ منہ

(ابویعلیٰ الاحکام السطانیہ ص ۲۸۶)

اجیر اگر مستاجر کے حق میں کوئی کوتاہی کرے یعنی کام کم کرے یا مقررہ معیار سے اُجرت زیادہ مانگے تو اس کو بھی اس سے روکا جائے گا۔اگر اس محکمہ کے ذمہ داروں کی تنبیہ اور ہدایت کے بعد بھی وہ باز نہ آئیں یا آپس میں کشمکش کریں تو فوراً یہ معاملہ سول کورٹ کے سپرد کر دیا جائے اور وہ اس بارے میں اپنی صواب دید کے مطابق فیصلہ کرے گی۔

فان اختلفوا و تنا کروا کان الحاکم بالنظر بینھما احق

جب آپس میں اختلاف اور کشمکش زیادہ ہو تو یہ معاملہ حکومت کی عدالت کے سپرد ہوگا۔

سول کورٹ فیصلہ کرنے میں اسلام کا یہ مسلمہ اصول پیش نظر رکھے گا۔

لایظلمون ولا یظلمون

نہ وہ خود ظلم کرتے ہیں اور نہ ان پر ظلم کیا جاتا ہے۔

حدیث میں ہے :**لاضرر و لا ضرار** نہ نقصان اٹھانا صحیح ہے اور نہ نقصان پہنچانا۔اس کے پیش نظر فقہاء نے

یہ اُصول بنایا ہے الضرر یزال تکلیف اور نقصان کو حتی الامکان دور کیا جائے گا۔ اسی طرح حکومت کے مذکورہ طے کردہ اُصولوں میں سے جس کسی اصول کی بھی مخالفت کوئی فریق کرے گا تو حکومت اس میں مداخلت کر کے اس کا منصفانہ تصفیہ کرے گی۔ وہ تماشائی بن کر دونوں کی کشتی نہیں دیکھے گی۔

اس محکمہ کے سپرد صرف انہیں مزدوروں کے حقوق کی نگرانی نہیں ہوگی جو کسی کارخانہ یا سرکاری محکمہ میں ملازم ہیں بلکہ ذاتی ملازموں، اہل پیشہ اجیروں، صناعوں، معلموں، طبیبوں اور محنت کش جانوروں کے حقوق کی حفاظت بھی اس کے دائرہ اختیار میں ہوگی۔ (اسلامی قانون محنت ص ۴۸)

امام ابویعلیٰ نجی ملازموں کے بارے میں لکھتے ہیں :

''اگر کوئی آقا اپنے ملازم یا خادم سے اتنا کام لے جس کو وہ ہمیشہ نہ کر سکے تو پھر مزدوروں کے نگراں کا فرض ہے کہ اس سے وہ آقا کو بطور نصیحت روکے۔ یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب نگران خود محسوس کرے اور اگر ملازم خود شکایت کرے تو پھر سختی کے ساتھ ممانعت کرے۔'' (ابویعلی الاحکام السطانیہ ص ۲۸۹)

خلاصہ کلام یہ کہ محنت و مزدوری کے ذریعہ رزق حلال کمانا اور پیشہ بھی جائز اختیار کرنا دراصل بہت بڑی عبادت کا کام ہے جس طرح نماز عبادت ہے روزہ عبادت ہے اسی طرح یہ بھی عبادت ہے جیسا کہ میں ثابت کر چکی ہوں کہ انبیاء صلحاء سب نے محنت کے ذریعہ ضروریات زندگی حاصل کیں۔ جو لوگ دوسروں کی محنت کی کمائی پر اپنی زندگی گزارتے ہیں وہ خود اپنی نگاہ میں بھی گر جاتے ہیں اور لوگوں کی نگاہ میں بھی گر جاتے ہیں۔

☆

بقیہ : خطیب اسلام

نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور آخر خواجہ صاحب کو معذرت کرنا پڑی بعد میں خواجہ محمد صفدر مرحوم نے راقم الحروف سے ایک ملاقات میں اس بات کا شکوہ کیا اور کہا ایک عالم دین اور مفتی کی حیثیت سے مولانا مفتی محمود کا میں بھی احترام کرتا ہوں لیکن سیاست میں یہ باتیں نہیں چلتیں اور ایک دوسرے کی رائے سے اختلاف اور تنقید کا ہر ایک کو حق حاصل ہے۔ خواجہ صاحب کا مقصد یہ تھا کہ میں اس سلسلے میں مولانا محمد اجمل خان سے بات کروں اور ان کے سامنے اس شکوے کا تذکرہ کروں مگر میں نے عرض کیا کہ مولانا اجمل خان سے اس معاملے میں بات کرنے سے بے بس ہوں اس لیے ان سے عرض کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ مولانا محمد اجمل خان اپنے دور کے ایک نیک دل حق گو اور غیور عالم دین تھے۔ جنہوں نے زندگی بھر حق اور اہل حق کا ساتھ دیا اور اب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازیں اور ان کے پسماندگان اور متوسلین بالخصوص ان کے جانشین کو مولانا محمد اجمل خان کی دینی جدوجہد اور جذبہ وحمیت کی روایات کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین یارب العالمین)

☆

باب : ۶　　قسط : ۱۱

دینی مسائل

﴿ تیمّم کا بیان ﴾

پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو نجاست حکمیہ سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔

تیمّم کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں :

(۱) تیمم یا طہارت کی نیت کا ہونا۔

(۲) پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا۔

(۳) پاک مٹی یا جو چیز زمین کی جنس ہے اس پر تیمّم کرنا۔

(۴) مسح کرنے میں بال برابر جگہ نہ چھوڑنا۔

(۵) کم از کم تین انگلیوں سے مسح کرنا۔

(۶) پانی کے قریب ہونے کے گمان پر پانی طلب کرنا۔

(۷) آدمی کا مسلمان ہونا۔

شرائط سے متعلق مسائل :

(۱) نیت کا ہونا :

مسئلہ : تیمّم کے لیے تیمم کا ارادہ ہونا ضروری ہے۔ تیمم کرتے وقت اپنے دل میں بس اتنا ارادہ کرلے کہ میں پاک ہونے کے لیے تیمم کرتا ہوں یا نماز پڑھنے کے لیے تیمم کرتا ہوں تو تیمم ہو جائے گا۔

مسئلہ : اگر دوسرے کو سکھانے کے لیے تیمم کر کے دکھایا لیکن دل میں اپنے تیمّم کرنے کی نیت نہیں بلکہ فقط دوسرے کو سکھانا مقصود ہے تو اس کا تیمم نہ ہوگا کیونکہ تیمم درست ہونے میں تیمم کا ارادہ ہونا ضروری ہے۔

مسئلہ : اگر ایک نماز کے لیے تیمم کیا دوسرے وقت کی نماز بھی اس سے پڑھنا درست ہے اور قرآن مجید کا چھونا بھی اس تیمم سے درست ہے۔

تیمم کے ساتھ نماز کے جائز ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ تیمم ایسی عبادت کی نیت سے کیا ہو جو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ابتداءً خود مشروع ہو کسی دوسری عبادت کے تابع ہو کر اس کی مشروعیت نہ ہو۔ لہٰذا اگر نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو اس سے عام نماز جائز ہے اور اگر قرآن مجید کو چھونے کے لیے یا مسجد میں داخل ہونے کی نیت سے تیمم کیا ہو تو اس سے عام نماز نہیں پڑھ سکتے۔

البتہ اگر پانی موجود ہو لیکن نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے تیمم کیا ہو تو عام نماز پڑھنے کے لیے وضو ضروری ہوگا۔

(۲) پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونا :

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(الف) پانی کا بالکل علم نہ ہونا یا دور ہونا :

مسئلہ : اگر کوئی جنگل میں ہے اور بالکل معلوم نہیں کہ پانی کہاں ہے نہ وہاں کوئی آدمی ایسا ہے جس سے دریافت کرے تو ایسے وقت میں تیمم کرلے اور اگر کوئی آدمی مل گیا اور اس نے ایک میل شرعی کے اندر اندر پانی کا پتہ بتایا اور گمان غالب ہے کہ یہ سچا ہے یا آدمی تو نہیں ملا لیکن کسی نشانی سے خود اس کا جی کہتا ہے کہ یہاں ایک میل شرعی کے اندر اندر کہیں پانی ضرور ہے تو پانی کا اس قدر تلاش کرنا کہ اس کو اور اس کے ساتھیوں کو انتظار کرنے وغیرہ کسی قسم کی تکلیف اور حرج نہ ہو تو ضروری ہے اور بے ڈھونڈھے تیمم کرنا درست نہیں ہے۔

اور اگر خوب یقین ہے کہ پانی ایک میل شرعی کے اندر ہے تو پانی لانا واجب ہے۔ ایک شرعی میل دو ہزار انگریزی گز یا ۱.۸ کلومیٹر کے برابر ہوتا ہے۔

مسئلہ : اگر پانی کا پتہ چل گیا لیکن پانی ایک میل سے دور ہے تو اتنی دور جا کر پانی لانا واجب نہیں ہے بلکہ تیمم کرلینا درست ہے۔

مسئلہ : اگر کوئی آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں پانی نہ ملے تو بھی تیمم کرلینا درست ہے چاہے مسافر ہو یا مسافر نہ ہو تھوڑی دور جانے کے لیے نکلا ہو۔

مسئلہ : اگر کہیں پانی مل گیا لیکن بہت تھوڑا ہے تو اگر اتنا ہو کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر دھو سکے تو تیمم کرنا درست نہیں بلکہ ایک ایک دفعہ ان چیزوں کو دھولے اور سر کا مسح کرلے اور وضو کی سنتوں کو چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمم کرلے۔

مسئلہ : سامان کے ساتھ پانی بندھا تھا لیکن یاد نہ رہا اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر یاد آیا تو اب نماز کا دہرانا واجب نہیں۔

مسئلہ : اگر پانی ایک میل شرعی سے دور نہیں لیکن وقت بہت تنگ ہے کہ اگر پانی لینے جائے گا تو نماز کا وقت جاتا رہے گا تب بھی تیمم درست نہیں ہے پانی لا کر وضو کرے اور قضا پڑھے۔

مسئلہ : اگر پانی قریب ہے یعنی ایک میل شرعی سے کم دور ہے تو تیمم کرنا درست نہیں جا کر پانی لانا اور وضو کرنا واجب ہے خواہ وہ عورت ہی ہو لیکن اگر اس جگہ جانے میں جان و مال یا عزت و عصمت کا خوف ہو تو پھر تیمم کرنا جائز ہے۔

عورت کا محض مردوں سے شرم کی وجہ سے یا پردہ کی وجہ سے پانی لینے کو نہ جانا اور تیمم کر لینا درست نہیں۔ ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز اور حرام ہے۔ برقع اوڑھ کر یا سارے بدن سے چادر لپیٹ کر جانا واجب ہے البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ان کے سامنے ہاتھ منہ نہ کھولے۔

مسئلہ : اگر کسی میدان میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور پانی وہاں سے قریب ہی تھا لیکن اس کو خبر نہ تھی تو تیمم اور نماز دونوں درست ہیں جب معلوم ہو تو دہرانا ضروری نہیں۔

(ب) پیاس کا خوف :

مسئلہ : کسی کے پاس پانی تو ہے لیکن راستہ ایسا خراب ہے کہ کہیں پانی نہیں مل سکتا اس لیے راہ میں پیاس کے مارے تکلیف یا ہلاکت کا خوف ہے تو وضو نہ کرے تیمم کر لینا درست ہے۔

(ج) درندے یا دشمن کا خوف :

اگر پانی قریب ہے لیکن سانپ وغیرہ کوئی جانور پانی کے پاس ہے جس کی وجہ سے پانی نہیں مل سکتا تو تیمم درست ہے۔

مسئلہ : ڈر ہے کہ اگر ریل پر سے اترے گا تو ریل چل دے گی اور ریل میں پانی موجود نہیں تب بھی تیمم درست ہے۔

(د) بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کا خوف :

مسئلہ : اگر بیماری کی وجہ سے پانی نقصان کرتا ہو کہ اگر وضو یا غسل کرے گا تو بیماری بڑھ جائے گی یا دیر میں اچھا ہوگا تب بھی تیمم درست ہے لیکن اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو غسل کرنا واجب ہے۔ البتہ اگر ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو تیمم کرنا درست ہے۔

مسئلہ : اگر کہیں اتنی سردی پڑتی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ نہا کر اس میں گرم ہو جائے تو اس وقت تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ : اگر کسی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہو تو نہانا واجب نہیں بلکہ تیمم کر لے۔ مطلب یہ ہے کہ جنابت میں اکثر بدن کا (پیمائش کی راہ سے) اعتبار کریں گے جبکہ بے وضو ہونے میں اکثر اعضائے وضو کا (شمار کی راہ سے) اعتبار کریں گے۔ جب اکثر حصہ پر زخم ہوں تو وضو اور غسل ساقط ہو جائے گا اور تیمم کریں گے۔

اگر آدھے اعضائے وضو صحیح ہوں اور آدھے زخمی ہوں تو صحیح اعضاء کو دھو لے اور زخمی حصہ پر مسح کرے لیکن اگر صحیح عضو کو دھونے میں زخمی عضو پر بھی پانی پہنچتا ہے تو تیمم کرے۔

مسئلہ : مریض کو مرض کے بڑھ جانے یا صحت کے دیر سے ہونے کا خوف تو نہیں ہے لیکن خود وضو کرنے پر

قدرت بھی نہیں تو اگر خدمت کرنے والا ملے یا دستور کے مطابق اجرت دے کر ملتا ہے اور وہ مریض خدمت گار کو اجرت دے سکتا ہے یا اس کے پاس ایسا شخص ہو کہ اگر اس سے مدد لے گا تو وہ مدد کرے گا تو یہ مریض تیمم نہ کرے اس لیے کہ وہ پانی کے استعمال پر قادر ہے اور اگر ایسی کوئی بھی صورت نہ ہو سکے تو تیمم کرے گا۔

مسئلہ : اگر غسل کرنا نقصان کرتا ہو اور وضو نقصان نہ کرے تو غسل کی جگہ تیمم کرے پھر اگر غسل کے تیمم کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو وضو کے لیے تیمم نہ کرے بلکہ وضو کرنا چاہیے اور اگر غسل کے تیمم سے پہلے کوئی بات وضو توڑنے والی بھی پائی گئی اور پھر غسل کا تیمم کیا ہو تو یہی تیمم غسل اور وضو دونوں کے لیے کافی ہے۔

(ھ) پانی نکالنے کا سامان نہ ہونا :

مسئلہ : مسافر جب کنویں پر پہنچے اور اس کے پاس ڈول رسی یا دونوں ہی نہ ہوں تو تیمم کرے۔ اسی طرح اگر ڈول تو ہو لیکن ناپاک ہو تب بھی تیمم کرے جبکہ اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے بھی پانی نکالنا ممکن نہ ہو۔

مسئلہ : اگر مٹکے وغیرہ میں پانی ہو لیکن کوئی چیز پانی نکالنے کی نہ ہو اور مٹکا جھکا کر بھی پانی نہ لے سکتا ہو اور ہاتھ نجس ہوں اور کوئی دوسرا شخص ایسا نہ ہو جو پانی نکال دے یا اس کے ہاتھ دھلا دے اور کوئی کپڑا اور رومال بھی نہ ہو جو مٹکے میں ڈال کر باہر نکالے اور کپڑے سے گرتے ہوئے پانی سے ہاتھ دھولے تو ایسی حالت میں تیمم درست ہے۔

مسئلہ : اگر پانی مول بکتا ہے تو اگر اس کے پاس دام نہ ہوں تو تیمم کر لینا درست ہے۔ اور اگر دام پاس ہوں اور سفر کے کرایہ کی ضرورت سے زیادہ بھی ہوں تو خریدنا واجب ہے البتہ اگر اتنا گراں بیچے کہ اتنے دام کوئی لگا ہی نہیں سکتا تو خریدنا واجب نہیں تیمم کر لینا درست ہے۔

مسئلہ : اگر سفر میں کسی اور کے پاس پانی ہو تو اپنے جی کو دیکھے اگر اندر سے دل کہتا ہو کہ اگر میں مانگوں تو پانی مل جائے گا تو بے مانگے ہوئے تیمم کر لینا درست نہیں اور اگر اندر سے دل یہ کہتا ہو کہ مانگنے سے یہ شخص پانی نہ دے گا تو بے مانگے بھی تیمم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے لیکن اگر نماز کے بعد اس سے پانی مانگا اور اس نے دے دیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا۔

(و) ایسی نماز کے فوت ہو جانے کا خوف جو بلا بدل ہو :

جیسے عیدین کی نماز، نماز جنازہ اور سورج و چاند گرہن کے وقت کی نماز

مسئلہ : عید کی نماز میں اگر نماز شروع کرنے سے پہلے وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تو امام کے واسطے تیمم جائز نہیں اور اگر وقت چلے جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے۔

مسئلہ : مقتدی کو اگر یہ خوف نہ ہو کہ وضو کرنے میں عید کی نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔

مسئلہ : اسی طرح مقتدی نے وضو سے نمازِ عید شروع کی پھر وضو ٹوٹنے پر خوف ہو کہ وضو کرنے جائے گا تو

جماعت نہ ملے گی تو تیمم کر کے بناء کر لے۔

مسئلہ : آج کل عید کی نماز جگہ جگہ ہوتی ہے اور مختلف وقتوں میں ہوتی ہے تو اگر دوسری جگہ جماعت ملنے کی اُمید ہو تو وضو کے ساتھ دوسری جگہ جا کر جماعت سے نماز پڑھ لے۔

(۳) پاک مٹی یا مٹی کی جنس پر مسح کرنا :

مسئلہ : زمین کے سوا اور جو چیز مٹی کی قسم سے ہو، اس پر بھی تیمم درست ہے جیسے مٹی، ریت، پتھر، گچ، چونا، ہڑتال، سرمہ، گیرو وغیرہ اور جو چیز مٹی کی قسم سے نہ ہو اس سے تیمم درست نہیں جیسے سونا، چاندی، گیہوں، رانگا، لکڑی، کپڑا اور اناج وغیرہ البتہ اگر ان چیزوں پر گرد اور مٹی لگی ہو اس وقت ان پر تیمم درست ہے۔

تنبیہ :

جو چیز نہ آگ میں جلے نہ گلے وہ چیز مٹی کی قسم سے ہے۔ اس پر تیمم درست ہے اور جو چیز جل کر راکھ ہو جائے یا گل جائے اس پر تیمم درست نہیں اسی طرح راکھ پر بھی تیمم درست نہیں۔

اگر چہ راکھ جلتی اور پگھلتی نہیں مگر پھر بھی اس پر تیمم درست نہیں اور چونہ اگر چہ جل جاتا ہے پھر بھی اس پر تیمم درست ہے اور یہ دونوں چیزیں مذکورہ ضابطے سے مستثنیٰ ہیں، چونہ چاہے پتھر کا ہو یا کنکر کا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

مسئلہ : تانبے کے برتن، تکیے، گدے وغیرہ کپڑے پر تیمم کرنا درست نہیں البتہ اگر اس پر اتنی گرد ہے کہ ہاتھ مارنے سے خوب اُڑتی ہے اور ہتھیلیوں میں خوب اچھی طرح لگ جاتی ہے تو تیمم درست ہے۔ اور اگر ہاتھ مارنے سے تھوڑی سی گرد اُڑتی ہو تو اس پر تیمم درست نہیں۔

مسئلہ : مٹی کے گھڑے وغیرہ پر تیمم درست ہے چاہے اس میں پانی بھرا ہو یا نہ ہو لیکن اگر اس پر روغن پھرا ہوا ہو تو تیمم درست نہیں۔

مسئلہ : اگر پتھر پر بالکل گرد نہ ہو تب بھی تیمم درست ہے اور اگر پانی سے خوب دھلا ہوا ہو تو تب بھی درست ہے ہاتھ پر گرد کا لگنا کچھ ضروری نہیں اسی طرح پکی اینٹ پر بھی تیمم درست ہے۔

مسئلہ : اگر زمین پر پیشاب وغیرہ کوئی نجاست پڑ گئی اور دھوپ سے سوکھ گئی اور بدبو بھی جاتی رہی تو وہ زمین پاک ہو گئی اس پر نماز درست ہے لیکن اس زمین پر تیمم کرنا درست نہیں جبکہ معلوم ہو کہ یہ زمین ایسی ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو وہم نہ کرے۔

مسئلہ : کیچڑ سے تیمم کرنا گو درست ہے مگر مناسب نہیں۔ اگر کہیں کیچڑ کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے تو یہ ترکیب کرے کہ اپنے کپڑے میں کیچڑ بھر لے جب سوکھ جائے تو اس سے تیمم کر لے البتہ اگر نماز کا وقت ہی نکلا جاتا ہو تو اس وقت جس طرح بن پڑے تر سے یا خشک سے تیمم کر لے نماز قضا نہ ہونے دے۔ (باقی صفحہ ۳۸)

باب اول

قسط : ۱۲

تحریکِ احمدیت

﴿برطانوی یہودی گٹھ جوڑ﴾

زیرِ نظر مضمون جناب بشیر احمد صاحب کی انگریزی کتاب **Ahmedia Movement British-Jewish Connection** ----- کا اُردو ترجمہ (تحریکِ احمدیت برطانوی یہودی گٹھ جوڑ) جو جناب احمد علی ظفر صاحب نے کیا ہے۔ کتاب کا مواد انڈیا آفس لائبریری لندن سے حاصل کیا گیا ہے جو پنجاب انٹیلی جنس کی رپورٹ پر مشتمل ہے۔ ادارہ اس کی محض تاریخی افادیت کے پیشِ نظر اسے قسط وار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ رپورٹ کے مندرجات اور مصنف کے ذاتی رجحانات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔
(ادارہ)

ہوشمند کذاب :

مرزا غلام احمد نے بڑی عیاری کے ساتھ اپنا کام شروع کیا۔ اپنا کام شروع کرنے سے پہلے مرزا صاحب نے کچھ الہامات اور وحی کے نمونے پیش کیے جن کے بارے میں اس کا دعوٰی تھا کہ یہ خدا کی جانب سے ہیں۔ اس کے بیانات کی غیر مربوط اور حماقت آمیز نوعیت اور جسمانی و ذہنی بیماریوں مثلاً اضطراب، ذیابیطس اور اعصابی تناؤ میں مبتلا ہونے کے اقرار نے مذہب کے سنجیدہ طلبا کو مجبور کر دیا کہ وہ پہلے اس کے ذہن کی درستی کا تعین کریں۔ ایک ہندوستانی عیسائی استاد دانیال نے اس سے قادیان میں ملاقات کی اور اسکی ذہنیت کا اندازہ لگانے کے لیے اسے سات سوالات پیش کیے۔ قادیان کے رسالے "ریویو آف ریلیجنز" نے مرزا صاحب سے مشاورت کے بعد ان سوالات کا جواب چھاپ دیا۔ (ریویو آف ریلیجنز قادیان اپریل ۱۹۰۶ء) رسالے نے مرزا کی جسمانی و ذہنی بیماریوں سے انکار نہیں کیا بلکہ یہ دعوٰی کیا کہ آنحضور ﷺ نے ان تمام کو مسیح موعود کی نشانیاں بتلایا ہے۔ [1]

لاہور کے ایک اور عیسائی عالم ڈاکٹر ایچ۔ ڈی۔ گرسوالڈ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ مرزا دیانتدار مگر خود فریبی کا شکار ہے۔ [2]

1. H.A.walter,The Ahmadia Movement ,Associated Press Calcatta,1918,P.No20

2. Dr.Griswold,Mirza Ghulam Ahmad ,the Mehdi and Messiah ofQadian,Ludhiana,1902

قاہرہ کی ایک تبلیغی مجلس میں ۱۹۰۶ء میں ایک عیسائی مبلغ نے کہا۔

> اب ۱۹۰۶ء میں مرزا غلام احمد ستر سال کی عمر کے قریب ہے اور مذہبی لگن اور یقین کامل کے دعوے اس کے بہت سے ذاتی مقاصد کی تکمیل کے لیے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے واضح دھوکہ دہی اختیار کر رکھی ہے۔ اگر یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ ذاتی مقاصد کی تکمیل کے لیے بدترین ہتھکنڈے اختیار کر رہا ہے۔ [3]

مرزا صاحب کے رنگ برنگے ماضی، ان کے دعوؤں تحریروں، وحی والہامات اور پیش گوئیوں وغیرہ کا تجزیہ یہ اخذ کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ وہ ایک باخبر کذاب تھے۔ سب کچھ جانتے ہوئے دھوکہ دے رہے تھے انہوں نے سامراجی ضروریات کا احساس کر کے خدا کے نام کو ان کی تکمیل کے لیے استعمال کیا اس تمام کاروبار کا مقصد ذاتی عظمت اور مذہب کے نام پر دولت وشہرت اکٹھی کرنا تھا۔

قادیانیوں کی انجیل ''تذکرہ'' میں وہ لغویات اور احمقانہ پن ہے جو مقدس اشخاص کے سوانح یا تاریخ میں نہیں ملتا۔ اس کی وحی عربی، اردو، فارسی، انگریزی، عبرانی، ہندی اور پنجابی زبان میں ہے زبان بھی گھٹیا، مبہم، عامیانہ اور غلط ہے حقیقت میں اس کا بڑا حصہ لغو اور بے معنی فقرات پر مشتمل ہے جس کے کوئی واضح معانی نہیں ہیں۔ قادیانی ان بیانات کی کئی تاویلیں پیش کر کے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرتے ہیں۔ کچھ وحی اعداد اور خانوں کی شکل میں ہے اور بقیہ غیر معروف اور نامعلوم زبان میں ہے جس کے بارے میں خود اس کا اپنا اقرار ہے کہ اسے سمجھ نہیں۔ یہ الم غلم خیالات ان کے اندرونی احساسات، جذباتی بحران اور ذہنی پسماندگی کو منعکس کرتے ہیں۔ مرزا صاحب چونکہ تمام عمر مختلف اقسام کی بیماریوں مثلاً اعصابی تناؤ، سر چکرانا، ذیابیطس، دردشقیقہ، قولنج، تپ دق، خفقان، مردمی کمزوری اور شدید اور مستقل پیچش میں مبتلا رہے اس لیے اس کے ذہن میں کچھ عدم توازن کی کیفیات پیدا ہو گئی تھیں۔ وہ ذہنی طور پر غیر متوازن تھے مگر ہر طرح سے ایک فریب کار اور عملاً مکاری میں مبتلا رہے۔ وہ غیر ملکیوں کا آلہ کار بن چکے تھے کیوں کہ اسی دروازے سے وہ آگے بڑھ سکتے تھے۔ وہ اپنے سیاسی مقصد میں بالکل واضح موقف رکھتے تھے اس میں کبھی تضاد پیدا نہ ہوا۔ شروع سے آخر تک ایک رہا، ان کی عام تحریروں کے بین السطور لب لباب برطانیہ سے وفاداری، جہاد کی مذمت، اسلامی دنیا کو سامراجی تسلط کے تحت دیکھنے کی خواہش اور ہندوستان میں سامراج کے استحکام کے لیے خدمات سرانجام دینا ہے۔ وہ اپنے مخالفین کے لیے بڑی سخت زبان استعمال کرتے تھے جبکہ غیر ملکی آقاؤں کے لیے ان کی زبان بڑی ملائم ہو جاتی ان کی ایک بھی وحی، پشینگوئی یا خواب ایسا نہیں جو کسی بھی طرح سے برطانوی مفادات کے خلاف جاتا ہو یا ایک نوآبادیاتی طاقت کے طور پر کی گئی ان کی

---

3. The Muhammadia World Today,papers presented at First Missionary Conference Cairo 4-9 April 1906 ,London

جارحیت اور بداعمالیوں کی مذمت کرتا ہو۔ ان کے دعوے کے مطابق ان کی وحی کا ایک ایک لفظ خدا نے وحی کیا ان کا خدا برطانیہ ـــ کا حامی اور اسلام کے خلاف دکھائی دیتا ہے، وہ مسلمانوں کی غلامی اور انگریزوں کے تسلط اور ان کی معاشی اور مادی خوشحالی پر خوش ہے۔ یہ بات بڑے کھلے انداز میں ٹھوس بنیادوں پر واضح ہو چکی ہے کہ احمدیہ تحریک کا وجود یہودیوں اور سامراجیوں کی پشت پناہی کا مرہون منت تھا۔ یہودیوں کے خفیہ اثر اور دولت اور برطانوی حکومت کے خفیہ کلیسائی نظام کی مالی اعانت نے احمدیت کے نوخیز پودے کی آبیاری کر کے اسے تناور درخت بنا دیا۔ انہوں نے اپنے سامراجی مقاصد کی تکمیل کے لیے اپنے حواری کی اعانت سے اسلام دشمن تحریک چلائی اور ان کی اجتماعیت میں دراڑ ڈالنے کے لیے مسلم دنیا کے اتحاد پر کاری ضرب لگائی۔

شاہکار تخلیق : Magnum Opus

سال ۱۸۷۲ء کے لگ بھگ مرزا صاحب نے ہندوستانی اخبارات و رسائل میں اپنے آپ کو اسلام کے علمبردار کے طور پر متعارف کرانے کے لیے مضامین روانہ کرنے شروع کیے۔ بعد ازاں انہوں نے آریا برہمو اور دیو سماج کے رہنماؤں کے ساتھ ویدوں کے فلسفے اور تناسخ ارواح کے سوال پر زوردار مباحثے شروع کیے۔ وہ اپنے آپ کو اسلام کا دفاع کرنے والے اسلامی مبلغ کے طور پر پیش کرنے کے لیے بیتاب تھے اور اس کے لیے مسلمانوں کی تائید حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ۱۸۷۹ء تک وہ "براہین احمدیہ" نامی کتاب کی تدوین میں مصروف رہے ۱۸۸۴ء میں اس کتاب کی پہلی چار جلدیں چھپ گئیں۔ اس کی متواتر اپیلوں پر بہت سے خوشحال مسلمانوں خصوصاً ریاست پٹیالہ کے دیوان سید محمد حسین (ریاست پٹیالہ کا دیوان خلیفہ محمد حسین برطانوی حکومت کا طرف دار تھا اسے اس شاہی مجلس کا اعتماد بھی حاصل تھا جو کہ پنجاب کی اس وفادار ریاست کے معاملات پر اختیار رکھی تھی۔ اس کتاب کی اشاعت کے لیے اس نے مرزا صاحب کی بڑی مالی اور اخلاقی مدد کی۔ ۱۸۸۴ء میں مرزا پٹیالہ گیا جہاں اس کا سرگرم استقبال کیا گیا۔ ۱۸۸۶ء میں مرزا کو پٹیالہ آنے کی دعوت دی کہ چند اہم معاملات پر بات کرنا تھی اور تین ارکان پر مشتمل شاہی مجلس جس کے سربراہ سردار دیوا سنگھ ان سے اس کا تعارف کرایا گیا۔ مسیحیت کے دعوٰی کے بعد ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے ریاست کا تیسرا چکر لگایا۔ کچھ لوگوں کو شک تھا کہ اپنے مکروہ مقاصد کی تکمیل کے لیے رقم کے فراہمی کے لیے خلیفہ انگریزوں اور مرزا صاحب کے مابین رابطے کا کام کرتا تھا۔ (دیکھیے مصباح الدین۔ "خاتم النبیین"۔ راولپنڈی ۱۹۷۳ء نواب بھوپال، حیدر آباد دکن کے مولوی چراغ علی، لدھیانوی کے نواب علی محمد خان اور واہ کے رئیس سردار غلام محمد نے اس کتاب کی اشاعت میں اس کی مالی معاونت کی۔ [۴]

براہین احمدیہ کی پہلی جلد میں دو فارسی نظمیں اور ایک طویل اعلان جس میں یہ دعوٰی کیا گیا ہے کہ اگر اسلام کی حمایت میں درج ان کی دلیلوں کو کوئی جھٹلانے کی جرأت کرے تو اسے دس ہزار روپے انعام دیا جائے گا۔ یہ ایک احمقانہ اور

4. Mirza Ghulam Ahmad , Brahin-e-Ahmadya, Safeer-e-Hind Press , Amritsar, 1880

بڑا دعوٰی تھا بعد ازاں ان کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے کہا کہ وہ اسلام کے حق میں ایک دلیل بھی نہ دے سکے۔ ۵

مرزا نے یہ کتاب کاروباری نکتہ نظر اور اسلام کے داعی ہونے کی شہرت حاصل کرنے کے لیے لکھی پہلے کتاب کی قیمت پانچ روپے بتائی گئی لیکن بعد ازاں اسے دوگنا کیا اور پھر پچیس روپے تک بڑھادی گئی۔ وہ اس کی قیمت سو روپے مقرر کرنا چاہتے تھے مگر یہ خیال ترک کر دیا۔ مسلمانان ہند کو اپلیں کی گئیں کہ وہ پیشگی رقوم بھجیں۔ یہ وعدہ کیا گیا کہ اس کتاب کی پچاس جلدیں آئیں گی جن میں اسلام کی حقانیت کے ڈھیر لگا دیے جائیں گے مگر اس کی صرف پانچ جلدیں چھپ سکیں۔ پہلی چار ۱۸۸۴ء جب کہ پانچویں جلد ۲۳ سال کے بعد ۱۹۰۸ میں یعنی مرزا کی وفات کے بعد منظر عام پر آسکی۔ براہین احمدیہ میں مرزا کی بہت دلچسپ وحی، کشف اور الہامات کے نمونے درج ہیں۔ مرزا نے اپنے مستقبل کے فاسد منصوبوں کی تکمیل کے لیے ان الہامات وغیرہ کو خام مواد کے طور پر استعمال کیا درحقیقت اس نے ابتدا ہی میں خفیہ طور پر نبوت کا دعوٰی کر دیا تھا۔ (براہین احمدیہ کی تدوین کے وقت مرزا غلام احمد نے اپنے اصل مدعا یعنی دعوٰی نبوت کو چھپائے رکھا اور بڑی عیاری سے اس کو مناسب وقت کے لیے مؤخر کر دیا۔ ۱۷ راگست ۱۸۹۹ء کو ''دنیا میں ایک نبی اصیا جس کو دنیا نے قبول نہ کیا''۔ اس سے قبل جب وہ براہین احمدیہ کی تدوین میں مصروف تھا دعوٰی نبوت کے خلاف مسلمانوں کے سخت ردعمل کی وجہ سے اس نے اپنی وحی کی نام نہاد دوسری قرأت بیان کی۔ ''دنیا میں ایک نذیر آیا''۔ یہ بڑے واضح طور پر ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس درجہ محتاط تھا اور اس کی وحی اور خوابوں میں کیا منصوبے پنہاں تھے۔ ''تذکرہ''۔ صفحہ نمبر ۱۰۴) نہ تو اس وقت کوئی مناسب وقت تھا نہ ہی وہ اس احمدی ناٹک کے ابتدائی مرحلہ میں مسلمانوں کے غیض وغضب کو للکارنے کی ہمت رکھتا تھا۔ اس کتاب کی تیسری جلد میں اس نے فصیح وبلیغ انداز میں برطانوی راج کی تعریف کی اور اپنے گھرانے کو برطانوی سامراج کے سب سے مخلص اور وفادار کے طور پر متعارف کرایا اس نے پرزور طریقے سے اپنے آپ کو وحی کا حامل گردانا اور برطانوی حکومت کے خلاف جہاد کو اللہ کی طرف سے ممنوع قرار دیا۔ اس نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ انجمن اسلام لاہور (ایک نجی ادارہ جو مسلمانوں کے لیے کام کرتا تھا۔) اور اس کی شاخوں کو ہندوستان کے مقتدر علماء سے جہاد کے خلاف فتاوٰی حاصل کرنے چاہئیں اور انہیں کتابی شکل میں اس کے سرورق ''علماء ہند کی جانب سے خطوط کا مرقع'' کے تحت چھاپ دینا چاہیے۔ اس کی پنجاب اور خصوصی طور پر ہندوستان شمال مغربی حصوں میں وسیع پیمانے پر تقسیم کرنی چاہیے تاکہ ہنٹر کی کتاب ''ہندوستانی مسلمان'' میں لگائے گئے الزامات کا جواب دیا جا سکے اور جہاد کے قائل مسلمانوں کے دلوں سے اس تصور کو اکھاڑا جا سکے۔ ۶

مسلمانان ہند نے مرزا صاحب کی نیت کو مشکوک جان کر اس کی ان تحریروں کے خلاف سخت ردعمل ظاہر کیا جن میں برطانوی راج کی مدح وتوصیف اور دنیائے اسلام کے دیگر حصوں پر اس کے قیام کی خواہشات درج تھیں۔ کتاب کی

---

5. Mirza Bashir Ahmad,Searat-ul-Mahdi, vol.1 p.93

6. Brahin-e-Ahmadya,vol.3 P.A

چوتھی جلد میں اس نے تسلیم کیا کہ کئی لوگوں نے ان تحریروں پر سخت اعتراضات کیے ہیں، بلکہ گالیاں تک دی ہیں کہ وہ ہندوستان میں برطانوی راج کی وکالت کیوں کرتا ہے۔ ۷ تاہم اس نے دلیل دی کہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کے مطالعہ کے بعد وہ اپنا ذہن تبدیل نہیں کرسکتا اور اپنے موقف پر قائم ہے۔ اس کتاب کی بعض وجوہات کی بناء پر کچھ حلقوں کی جانب سے پذیرائی بھی ہوئی کیونکہ غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ یہ اسلامی احیاء کے ایک دعویدار کی طرف سے اپنے انداز میں اسلام کے دفاع کی ایک کوشش ہے مگر محتاط مسلمان علماء نے مرزا غلام احمد کے ممکنہ بلند بانگ دعوؤں کے خلاف اپنے خدشات کا اظہار کیا انہوں نے مرزا صاحب کو سیاسی آلہ کار، جھوٹا مدعی اور نالائق قرار دیا۔ براہین احمدیہ کی طباعت کے بعد اس نے اپنی نجی زندگی پر توجہ دی۔ اس کے پاس ایک آرام دہ زندگی گزارنے کے لیے کافی رقم اکٹھی ہوگئی تھی اور یہ سلسلہ بڑھتا گیا کیونکہ برطانیہ کے خفیہ فنڈ سے بھی آبیاری جاری رہی۔ اس کے کچھ قریبی رفقاء نے اس پر اعتراض کیا کہ ان کی محنت سے کمائی گئی اور کنجوسی سے بچائی گئی رقم، جو کہ اسلام کی اشاعت کے لیے دی جاتی ہے وہ مرزا صاحب کی بیوی کے زیورات کی خریداری پر صرف ہو رہی ہے۔ (''فاروق''۔ قادیاں۔ ۷/ اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ مرزا صاحب کے نہایت قریبی ساتھی اور جماعت کے اہم رکن خواجہ کمال الدین بھی ان میں سے ایک تھے۔ سید سرور شاہ۔ ''کشف اختلاف''۔ صفحہ نمبر ۱۵) ڈاکٹر عبدالحکیم جو ایک وقت میں مرزا صاحب کے پرجوش پیروکار تھے انہوں نے واضح طور پر مرزا صاحب کے رقم بٹورنے کے طریق کار کو افشاء کیا اور بتایا کہ وہ کس طرح اسلام کے نام پر رقم بٹورتے تھے اور اسے ذاتی استعمال میں لاتے تھے (الذکر الحکیم نمبر ۱ تا ۶۔ مبارک برادرز۔ پٹیالہ سٹیٹ۔ پنجاب ۷۔ ۱۹۰۶ء) ایسی اکا دکا آوازوں کو دبا دیا گیا، بلکہ مرزا صاحب کے دعوؤں میں ڈوب گئیں۔ ۱۸۸۴ء میں پچاس برس کی عمر میں آپ کو دوسری شادی کا خیال آیا۔ پہلی بیوی سے آپ کے بیٹے مرزا سلطان احمد اور مرزا فضل احمد تھے۔ اگرچہ آپ نے اپنی خراب صحت کا متعدد تحریروں میں بڑا واویلا کیا اور کہا کہ وہ پرانی بیماریوں مثلاً تپ دق ذیابیطس اور درد شقیقہ وغیرہ میں مبتلا ہے اور صنف مخالف میں ہر طرح کی دلچسپی کھو چکا ہے پھر بھی اس نے اعلان کیا کہ خدیجہ کے ساتھ دوسری شادی کے لیے اس پر وحی اُتری ہے۔ ۸

۱۷/ نومبر ۱۸۸۴ء کو آپ نے نصرت جہاں سے شادی کر لی جو لاہور میں محکمہ آب پاشی میں معمولی ملازم میر ناصر نواب کی بیٹی تھی۔ میر صاحب عرصہ دراز تک مرزا صاحب کے مذہبی دعوؤں کی مخالفت کرتے رہے بعد میں رام ہو گئے مرزا صاحب کو تیسری شادی کی بھی شدید خواہش تھی مگر محمدی بیگم کے ساتھ معاشقے نے انہیں ایک ایسی الہامی دلدل میں پھنسا دیا کہ وہ اس خیال کو زیادہ دیر تک برقرار نہ رکھ سکے۔

۱۸۸۵ء میں مرزا صاحب نے مجدد اور وقت کے مصلح ہونے کا دعوی کیا۔ اگلے سال آپ ہشیار پور تنہائی میں

---

7. Brahin-e-Ahmadya,vol.4 p.A

8.Tazkira: 2nd Edition,Rabwah,1969,p.37

چلہ کشی کے لیے چلے گئے۔ چلے کے مکمل ہونے پر آپ نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کو یہ اعلان چھپوایا کہ انہیں ایک ذہین اور خوبصورت بچہ عطا ہوگا اس کا نام عمانویل اور بشیر ہوگا۔ وہ اول اور آخر کا روپ۔ سچائی اور عظمت کا مظہر ہوگا۔ جیسے اللہ تعالی بذات خود عالم بالا سے اُتر آیا ہو۔ نتیجہ آپ کے بیٹے مرزا (بشیر الدین) محمود احمد نے دعوی کیا کہ وہ ہی موعود بیٹا ہے۔ آپ نے ۱۹۴۴ء میں ایک تو مرزا صاحب کی مبہم تحریر دوسرے اپنی وحی کی بناء پر ''مصلح موعود'' ہونے کا دعوی کیا۔

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء کو مرزا صاحب نے اعلان کیا کہ انہیں خدا نے بیعت اور جماعت بنانے کا حکم دیا ہے۔ بیعت ہونے کے لیے دس شرائط قبول کرنا تھا۔ ان میں چوتھی شرائط اگرچہ عمومی نوعیت کی تھی، لیکن ہر احمدی کو پابند کرتی تھی کہ وہ حکومت برطانیہ کا وفادار رہے گا۔ آپ نے رسمی طور پر لدھیانہ میں ۲۳ / مارچ ۱۸۸۹ء کو بیعت لی۔ جماعت میں داخلے کی چوتھی شرط پر مرزا محمود اس طرح خیال آرائی کرتے ہیں :

''اپنے آغاز سے یہ جماعت حکومت کی وفادار ہے اور ہر طرح کی بدنظمی اور پریشانیوں سے دور رہی ہے۔ اس تحریک کے مقدس بانی نے اسے تحریک میں شمولیت کی بنیادی شرط کے طور پر مقرر کیا ہے کہ ہر رکن قانونی طور سے قائم حکومت کی مکمل اطاعت کرے اور بغاوت کی طرف لے جانے والے تمام راستوں سے پرہیز کرے۔ اس حکم کی تعمیل میں جماعت احمدیہ کے پیروکاروں نے ہمیشہ اپنے آپ کو احتجاج کی ہر طرح کی اقسام سے علیحدہ رکھا ہے اور دوسرے لوگوں کی ایک کثیر تعداد پر بھی اپنا اثر و نفوذ ڈالا ہے''۔ (مرزا محمود احمد۔ ''تحفہ شہزادہ ویلز شہنشاہ معظم۔ ویلز کے شہزادے کی خدمت میں تحفہ۔ منجانب احمدیہ جماعت نشر و اشاعت۔ صدر انجمن احمدیہ۔ قادیان۔ راج ہنس پریس۔ دلی۔ جنوری ۱۹۲۲ء صفحہ نمبر ۵)۔

(جاری ہے)

ضرورت رشتہ

ایک حافظہ قاریہ نیک صورت وسیرت پردے کی پابند بچی کے لیے عالم، حافظ یا دیندار گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔

نیز ایک لڑکا حافظ۔ قاری عمر ۲۴ سال باشریعت کے لیے حافظہ قاریہ کا رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ کے لیے: جناب قاری غلام رسول صاحب (ناظم جامعہ مدنیہ لاہور)

فون : ۷۷۰۴۵۹۵۔۷۷۰۱۳۴۱

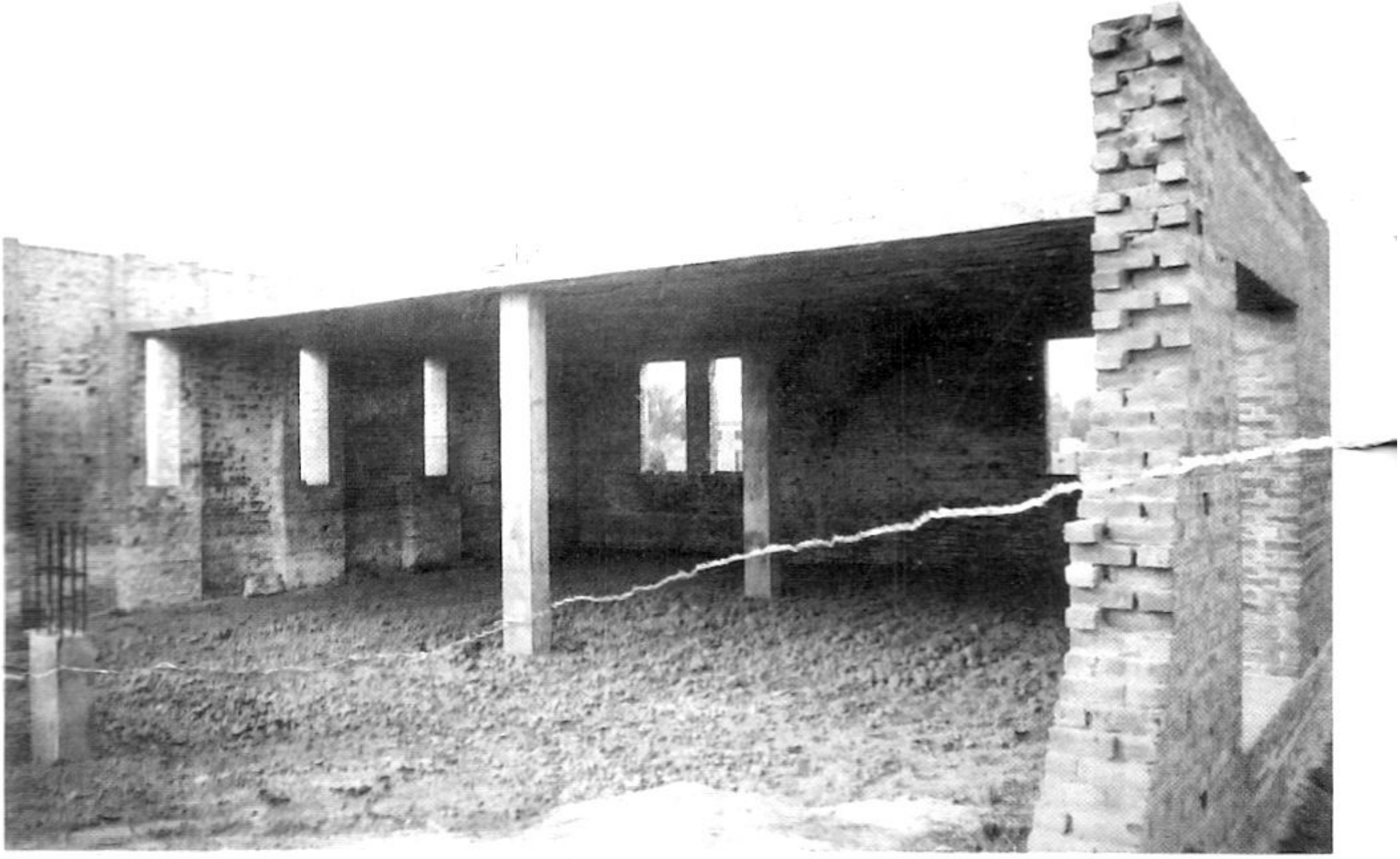

رائیونڈ روڈ زیر تعمیر مسجد حامد کے ہال کی شمالی اور جنوبی گیلری کا لینٹر جو مکمل ہو چکا ہے